"کچھ لوگ اس میں مسرت محسوس کرتے ہیں کہ جماعت اہل حدیث کو حشویت کا طعنہ دیں۔ کچھ یہ کہہ کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ یہ گستاخ ہیں، ائمہ اربعہ کا احترام نہیں کرتے، بزرگوں اور ولیوں کو نہیں مانتے، ستم بالائے ستم یہ کہ اس ذات گرامی کے منکر ہیں جس پر ایمان لانا نجات اخروی کے لیے شرط اول اور جس سے محبت و شیفتگی اور وابستگی و تعلق خاطر دنیا کی عزیز ترین متاع ہے اور عشاق شمع رسالت کا فائق ترین سرمایۂ حیات!

کون بدبخت ہے جو ائمہ اربعہ کی جلالت قدر کا معترف نہیں اور ان کے علمی و فقہی احسانات کا قائل نہیں۔ کون محروم قسمت ہے جو بزرگوں اور ولیوں کی پاکیزگی اور اعلیٰ اور بے لوث کردار کا ماننے والا نہیں اور پھر اس ذات مکرم، اس ردائے محبوبی اور جان دل نوازی کے انکار کی کس کو جرأت ہے؟ جس کے احسانات سے دنیا قیامت تک سبکدوش نہیں ہو سکے گی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور اہل حدیث کے متعلق تو ایسے سوء ظن کے لیے کوئی گنجائش ہی نہیں، ان کے حق میں یہ الزام ایسا مستبعد اور تہمت ایسی بعید از قیاس ہے کہ جس کے لیے کوئی وجہ جواز موجود نہیں کیوں کہ یہاں لے دے کر یہی دولت تو ہے جو میسر ہے اور وجہ صد نازش ہے۔

مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ

(سہ روزہ منہاج لاہور بحوالہ "ماہنامہ التبیان" نئی دہلی۔ بابت ماہ ستمبر/اکتوبر ۲۰۰۶ء)

فروری ۲۰۱۷ء / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ

بدل اشتراک......فی شمارہ: 15 روپے • سالانہ: 150 روپے

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چوناوالا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو-ایل. بی. ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.

Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com

@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.org •aljamaahmonthly@gmail.com

نگارشات

حلقۂ قرآن	درس قرآن	محمد ایوب اثری	3
اداریہ	۶۸واں یوم جمہوریہ اور ہندوستانی مسلمان	محمد مقیم فیضی	5
شخصیات	فرسان القلم مولانا عبدالمجید اصلاحی جیراجپوری ؒ	انصار بن زبیر محمدی الاعظمی	13
عقیدہ و منہج	اللہ تعالیٰ عرش پر ہے ہر جگہ نہیں	محمد مقیم فیضی	18
بحث و تحقیق	تدفین کے بعد اجتماعی تسبیح و تکبیر کا حکم	کفایت اللہ سنابلی	23
ایمانیات	استقامت: فضائل اور رکاوٹیں	ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی	28
گوشۂ خواتین	''تحفظ نسواں'' کے اسلامی انتظامات	ابوابراہیم کمال الدین سنابلی	31
امر بالمعروف ونھی عن المنکر	دین کے دفاع میں صحابہ کا کردار	سرفراز فیضی	35
احکام شریعت	نماز باجماعت پڑھنا واجب ہے...	عبدالواحد انور یوسفی	39
آئینۂ جمعیت و جماعت	جماعتی خبریں	دفتر صوبائی جمعیت	44

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

درس قرآن

محمد ایوب اثری

(وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ○ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ) (الاعراف:۱۷۵-۱۷۶)۔

ترجمہ : اوران لوگوں کواس شخص کا حال پڑھ کرسنایئے کہ جس کوہم نے اپنی آیتیں دیں پھروہ ان سے بالکل ہی نکل گیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا سو وہ گمراہ لوگوں میں شامل ہوگیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو اس کوان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کردیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہوگیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا سواسکی حالت کتے کی سی ہوگئی کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا سو آپ اس حال کو بیان کردیجئے شاید وہ لوگ کچھ سوچیں۔

تشریح : جب ہم اس آیت کریمہ کے ترجمے کو سامنے رکھ کر غور کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ یہاں کسی متعین شخص کا ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اکثر مفسرین کرام نے بنی اسرائیل کے ایک مستجاب الدعوۃ شخص کا نام لیا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں تھا مگر نفسانی خواہشات اس پر غالب آگئیں اور دنیا اور شیطان کے پیچھے لگ کر گمراہ ہوگیا اس شخص کا نام بلعم بن باعورا بتایا گیا ہے لیکن اس نام کے متعلق کوئی مستند بات کہیں مذکور نہیں ہے بلکہ یہ عام ہے اور ایسے افراد ہر امت اور ہر دور میں ہوتے رہے ہیں جو بھی اس صفت کا حامل ہوگا وہ اس کا مصداق قرار پائے گا۔

قارئین کرام: کتاب الٰہی کا علم اور اس کے مطابق عمل ایسی چیز ہے جو انسان کو عزت وسربلندی سے ہمکنار کرتی ہے اور اس سے دوری ذلت ورسوائی کے عمیق غار میں ڈھکیل دیتی ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا: ''ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواما ویضع بہ آخرین''(مسلم)

اسی طریقے سے ایک دنیا پرست اور نفسانی خواہشات کے پیچھے بھاگنے والے انسان کی آرزوئیں کبھی پوری نہیں ہوسکتیں لہٰذا دنیا کے پیچھے پڑ کر اپنی آخرت کی زندگی کو برباد کرنے والے انسان کو کبھی عقلمند نہیں کہا جاسکتا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر دنیا کی حقیقت مچھر کے ایک پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نصیب نہ ہوتا (ترمذی) اسی طریقے سے ایک انسان جو شریعت کا پابند ہونے کے بجائے جب اپنی خواہشات کا غلام بن جائے تو اپنی ہلاکت وبربادی کیلئے بے شمار دروازے کھول لیتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰي عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰي سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰي بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ) (جاثیہ: ۲۳) کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کردیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا

دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے۔ اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے مقابلے میں اپنی نفسانی خواہش کو ترجیح دیتا یا اپنی عقل کو اہمیت دیتا ہے اور اس چیز کو اچھا سمجھتا ہے جس کو اس کا نفس اچھا اور اس کو برا سمجھتا ہے جس کو اس کا نفس برا قرار دیتا ہے۔

اس بات سے آپ اندازہ لگائیں کہ جو ہدایت کے اسباب وذرائع ہیں یعنی آنکھ، کان اور دل اگر ان پر اللہ کی طرف سے مہر لگادی جائے یا جسے اللہ گمراہ کردے اسے کون ہدایت سے ہمکنار کرسکتا ہے۔ اسی طریقے سے: (اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ)(توبہ:۳۱) کی تفسیر حضرت عدی بن حاتم ؓ کی بیان کردہ حدیث سے بخوبی ہوجاتی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے یہ آیت سن کرعرض کیا کہ یہود ونصاریٰ نے تو اپنے علماء کی کبھی عبادت نہیں کی پھر یہ کیوں کہا گیا کہ انھوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنالیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے کہ انھوں نے ان کی عبادت نہیں کی لیکن یہ بات تو ہے نا کہ ان کے علماء نے جس چیز کو حلال قرار دیا اس کو انھوں نے حلال اور جس چیز کو حرام کردیا اس کو حرام ہی سمجھا یہی ان کی عبادت کرنا ہے۔(ترمذی) کیونکہ حلال وحرام کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے: (وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ) (ص:۲۶) اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی یقینا جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کیلئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ انھوں نے حساب کے دن کو بھلادیا ہے۔ ہوس ایک شیطانی چال ہے جو انسان کے ذہن میں نت نئے خواب سجاتا ہے اور انسان ہے کہ اس خواب میں رنگ بھرنے کیلئے اس طرح سرپٹ دوڑتا چلا جاتا ہے کہ وہ حق سے دور ہوکر باطل کی طرف نکل جاتا ہے اور ضلالت وگمراہی کی کھائی میں گر جاتا ہے اللہ نے انسان کو متنبہ کرتے ہوئے کہا ہے: (وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ)(نمل:۲۴) شیطان نے ان کے کام انہیں بھلے کرکے دکھلاکر صحیح راہ سے روک دیا ہے پس وہ ہدایت پر نہیں آتے۔ یہ ہوس اور خواہش نفس ہی کا جادو ہے کہ انسان کو بہرہ اور اندھا کردیتا ہے نظر پر پٹی باندھ کر عقل اور ہوش سے بے گانہ ہوکر برائیوں میں ملوث ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی بندہ اپنی خواہشات کو لگام لگاکر کنٹرول میں رکھتا ہے تو وہ برائیوں میں اور فضولیات سے دور رہتا ہے اور اس کی خواہش کا میلان خیر وشریعت کی اطاعت کی طرف ہوتا ہے۔

اب آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ جو بندہ اپنے آپ کو نفس کا غلام اور دنیاوی زندگی کو ترجیح دیتا ہے اس کا اخروی انجام کیا ہوگا اور جو اللہ سے ڈرا اور اپنے نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا اس کا اخروی انجام کیا ہوگا۔ اللہ نے فرمایا: (فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ○ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ○ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ○ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ○ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى) (النازعات:۳۷-۴۱) پس جس شخص نے سرکشی کی ہوگی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی ہوگی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے، اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا ہوگا اور اپنے نفس کو (بری) خواہش سے روکا ہوگا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہی ہے۔ کیونکہ جنت کو مکروہات نفس اور جہنم کو خواہش نفس سے گھیر دیا گیا ہے۔ اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کو خواہشات کی غلامی سے بچائے اور جذبہ صادق کے ساتھ قرآن وسنت کی اتباع وپیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین یارب العالمین)

❖ ❖ ❖

اداریہ

۶۸ واں یوم جمہوریہ اور ہندوستانی مسلمان

محمد مقیم فیضی

ہمارے ملک ہندوستان میں ۲۶ ؍جنوری کو پورے ملک میں سرکاری وغیر سرکاری سطح پر یوم جمہوریہ بڑے دھوم دھام سے منایا جاتا ہے، دہلی میں پارلیمنٹ ہاؤس سے لال قلعے تک ہماری سینا اپنی طاقت وترقی کا بھرپور مظاہرہ کرتی ہے، تمام چھوٹے بڑے شہروں میں فوجی پریڈ اور مختلف قسم کی نمائشیں اور جھانکیاں پیش کی جاتی ہیں جو ملک کی رنگارنگ تہذیب اور تعمیر وترقی کی عکاسی کرتی ہیں، اس دن اپنے ان نوجوانوں اور بزرگوں کو بھی یاد کیا جاتا ہے جنھوں نے اس ملک کی آزادی کے لئے بے شمار قربانیاں دی تھیں حتی کہ اپنی جانیں بھی اس دیش پر نچھاور کردی تھیں اور اپنے خون جگر سے اس چمنستان پر بہار کی آبیاری کی تھی۔

اس دن کا پس منظر یہ ہے کہ حکومت ہند ایکٹ جو ۱۹۳۵ء سے نافذ تھا اسے منسوخ کردیا گیا اور اس کی جگہ دستور ہند کا باضابطہ نفاذ عمل میں آیا، دستور ساز اسمبلی نے ۲۶ ؍نومبر ۱۹۴۹ء کو دستور ہند کو اخذ کیا اور ۲۶ ؍جنوری ۱۹۵۰ء سے اس کے نفاذ کی باقاعدہ اجازت دے دی، دستور ہند کے نفاذ سے بھارت میں جمہوری طرز حکومت کا آغاز ہوا۔

جمہوریت کا لغوی معنی: ''Rule of the people'' لوگوں کی حکمرانی ہے، اس اصطلاح کی اصل یونانی کے دو الفاظ: Demo یعنی لوگ اور Kratos یعنی حکومت ہے، اور اس کی تعریف بعض لوگوں کی طرف سے یوں کی جاتی ہے کہ اس کا مطلب: ''اکثریت کی بات ماننا ہے'' دوسرے لفظوں میں اس نظام کے تحت اکثریت کی اطاعت کی جاتی ہے، یونانی مفکر ہیرو ڈوٹس (Herodotus) کہتا ہے: ''جمہوریت ایک ایسا طرز حکومت ہے جس میں ریاست کے حاکمانہ اختیارات قانونی طور پر پورے معاشرے کو حاصل ہوتے ہیں'' ۔ اور امریکی صدر ابراہیم لنکن نے اپنے الفاظ میں اس کی تشریح یوں کی ہے کہ: Government of people From the people for the people.عوام کی حکومت، عوام کے ذریعہ، عوام کے لئے. اور یہی آج جمہوریت کا نعرہ ہے۔ حالانکہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے اکثر وبیشتر جمہوریتوں کا حال وہی ہے جو اقبال نے کہا تھا کہ:

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے کہ آزادی کی ہے نیلم پری

اور ع: طریق کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی۔

آبادی کے لحاظ سے ہندوستان دنیا کی سب سے بڑی پارلیمانی غیر مذہبی جمہوریت ہے، اور دنیا کی دیگر جمہوریتوں کے مقابلے میں اسے بہت کچھ وقار بھی حاصل رہا ہے، اس کے دستور وآئین کے کچھ اہم امتیازات ہیں، یہاں کے شہریوں کو خود اپنی حکومت منتخب کرنے کا بھرپور حق حاصل ہے اور عوام ہی کو یہاں مصدر اقتدار واختیار تسلیم کیا جاتا ہے، اس طرح ملک کے تمام باشندے بلا تفریق مذہب وملت ''ایک مشترکہ جمہوریت'' کی لڑی میں پرودئے گئے ہیں۔ ہندوستان کے آئین میں مذہب کی اہمیت کا بھی اعتراف کیا گیا ہے اور یہ واضح کردیا گیا ہے کہ یہ ملک مذہب کی بنیاد پر حکومت نہیں کرے گا، اسی لئے دستور کی ۴۲ ؍ویں ترمیم کی رو سے اسے سیکولر اسٹیٹ کہا گیا ہے جہاں ہر

مذہب کا احترام ضروری ہوگا، اور مذہب کی بنیاد پر کسی قسم کا کوئی امتیازی سلوک روا نہیں رکھا جائے گا، مذہب یا ذات پات کی بنیاد پر کسی شہری کو شہریت کے حقوق سے محروم نہیں کیا جائے گا اور ہر شہری کو ملکی خدمات سے متمتع ہونے اور فائدہ اٹھانے کا پورا موقع ملے گا، آئین کی رو سے ہر ہندوستانی شہری قانون کی نگاہ میں برابر ہے۔ ہر شہری کو آزادیٔ رائے، آزادیٔ خیال اور آزادیٔ مذہب کا اختیار حاصل ہے، اقلیتوں کو بھی دستور میں ان کا حق دیا گیا ہے کہ وہ اپنے علیحدہ تعلیمی ادارے قائم کریں، اپنی تہذیب، تمدن اور زبان کو قائم رکھیں اور اپنے مذہب کی اشاعت کریں، ساتھ ہی یہ صراحت بھی کی گئی ہے کہ ایسی آمدنی پر ٹیکس دینے کے لئے مجبور نہیں کیا جاسکتا جو کسی مذہب کی تبلیغ واشاعت پر خرچ کی جائے۔

یہ کاغذی اصول بلاشبہ اپنی جگہ بڑے سنہرے اور قوانین کے یہ الفاظ کافی خوبصورت اور موثر ہیں مگر یہ الفاظ زیادتر قرطاسی ہیں، عملی دنیا اور زمینی حقائق جو داستانیں پیش کرتے ہیں وہ اپنے اندر بڑی تلخیاں اور کڑواہٹیں سموئے ہوئے ہیں، آج جبکہ ہمارا ملک ۶۸/ واں یوم جمہوریہ منارہا ہے تو صدر جمہوریہ نے کھلے لفظوں میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ملک میں اب بھی عدم رواداری کا ماحول ہے اور چند مخصوص مفادات کی حامل طاقتیں اب بھی ہماری تکثیری تہذیب اور ہمارے تحمل کا امتحان لے رہی ہیں، انھوں نے حکومت کو متنبہ کیا کہ عوام سے کئے گئے وعدوں کو وفا کرنے کے لئے سخت محنت کرنی ہوگی۔ انھوں نے کہا کہ عوام کی بھلائی سرکاری پالیسی کی بنیاد ہونی چاہیے، اور ہمارا طرز زندگی سب کو ساتھ لے کر چلنے والا ہونا چاہیے، انھوں نے گاندھی جی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ’’آزادی کی اعلیٰ ترین سطح میں سخت ڈسپلن اور انکساری بھی شامل ہے، ڈسپلن اور انکساری کے ساتھ حاصل آزادی کو مسترد نہیں کیا جاسکتا، بے لگام کھلاپن بے ہودگی کی علامت ہے جو اپنے اور دوسروں کے لئے یکساں طور پر نقصاندہ ہے‘‘۔ یقینا صدر جمہوریہ پرنب مکھر جی صاحب کافی پڑھے لکھے اور فاضل انسان ہیں اور ایک منجھے ہوئے تجربہ کار سیاست داں بھی جس کی نظر حالات پر گہری ہوتی ہے، اس وقت ان کے منصب کے تقاضے انہیں اس سے زیادہ کچھ کہنے کی اجازت میں نہیں دے سکتے مگر یہ حقیقت ہے کہ ملک کی آزادی پر کئی دہائیاں گزرنے کے باوجود آج تک یہاں کی سرکاریں اور سرکاری ادارے سب کو ساتھ لے کر چلنے کا مزاج نہیں بنا سکے، یہ ملک مختلف میدانوں میں ترقی کے باوجود ناانصافی، عدم مساوات، پس ماندگی اور ناخواندگی سے جوجھ رہا ہے، یہاں کی اقلیتوں اور صدیوں سے دبے کچلے طبقات آج تک اپنے جائز حقوق سے نہ صرف یہ کہ محروم ہیں بلکہ صریح ظلم وزیادتی کا شکار ہیں، بالخصوص مسلمانوں کی حالت اس ملک میں بد سے بدتر ہوتی چلی گئی تھی کہ جن پارٹیوں نے مسلمانوں کو اپنا ووٹ بینک بنائے رکھا انھوں نے بھی ان کے ساتھ کھلا فریب کیا اور آج تک ان کا استحصال ہی کرتی چلی آئی ہیں۔ اس ملک کے مسلمانوں کی جان ومال کی کما حقہ نہ حفاظت کی گئی نہ انہیں دوسرے شہریوں کی طرح حقوق حاصل ہوئے آزادی کے بعد سے آج تک مسلمانوں کی صورت حال کچھ اس طرح رہی ہے جو اخباری اقتباسات کے ذریعہ آپ کی خدمت پیش کی جارہی ہے:

● اب تک پچاس ہزار سے زائد فسادات ہوئے، جن میں مرنے والوں کی تعداد دوسری جنگ عظیم میں مرنے والوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے، ان فسادات میں مسلمانوں کی اربوں کھربوں کی جائدادوں کو لوٹا اور جلایا گیا۔ ملک کا شاید ہی کوئی شہر فسادات سے محفوظ رہا ہو۔

بہت سے کمیشن بنتے رہے، مگران کی رپورٹیں کاغذ کی روشنائی سے زیادہ کوئی کردار ادا نہیں کرسکیں، ان فسادات کے نہ جانے کتنے مظلومین انصاف کی آس میں اس دنیا سے رخصت ہوگئے مگر انہیں انصاف قیامت سے پہلے ملا ہے نہ ملے گا۔

● ملک میں آزادی سے پہلے مسلمانوں کی جتنی گھریلو

صنعتیں تھیں انہیں چن چن کر ختم کیا گیا اور مسلمانوں کی جان و مال کی تباہی کے بعد انہیں روٹی روزی سے بھی محروم کر دیا گیا۔

- مسلمانوں کے پیش نظر اردو زبان کے ساتھ نہ یہ کہ سوتیلا سلوک کیا گیا بلکہ اسے ختم کر دینے کی منظم سازش کی گئی۔
- ملک کے پچھڑے طبقوں کو ریزرویشن دیا گیا مگر اسی آئین کے تحت مسلمانوں اور عیسائیوں کو محروم رکھا گیا۔
- مسلمانوں کے لئے پندرہ نکاتی پروگرام، رنگاناتھ کمیشن اور سچر کمیشن کے حوالے دئے جاتے ہیں مگر مسلمانوں کو ان کے مطابق نہ تو آج تک ان کے حقوق ملے نہ ان پر ایماندارانہ عمل در آمد کیا گیا۔
- ملازمتوں کا جہاں تک حال ہے تو وہ یہ ہے کہ جہاں آزادی کے وقت مسلمانوں کا تناسب ۱۵-۲۰ فیصد تک تھا وہاں بھی وہ گھٹتے گھٹتے، ایک، ڈیڑھ یا دو فیصد تک پہنچ چکا ہے۔

بی بی سی کی ایک رپورٹ کے مطابق بھارت کے دیوہیکل سرکاری ڈھانچے سے منسلک اہلکاروں میں صرف پانچ فیصد مسلمان ہیں۔ بھارت میں ریلوے کے محکمے میں، جو کہ سب سے زیادہ بڑی تعداد میں لوگوں کو نوکریاں فراہم کرتا ہے، مسلمانوں کی تعداد چار اعشاریہ پانچ فیصد ہے۔

اسی طرح دیگر سرکاری شعبوں یا نوکر شاہی میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے۔ بھارت کی بااختیار نوکر شاہی یا سول سروس میں مسلمانوں کی تعداد تین فیصد، وزارتِ خارجہ میں ایک اعشاریہ آٹھ فیصد اور پولیس کے محکمے میں چار فیصد ہے۔ ملک کی عدلیہ میں کام کرنے والوں میں سات اعشاریہ آٹھ فیصد لوگ مسلمان ہیں۔

دیگر رپورٹوں کے مطابق:

آئی پی ایس رسکیوریٹی ایجنسیز چار فیصد، تعلیم (ریاستی سطح پر) چھ اعشاریہ پانچ فیصد ہے، شعبۂ صحت میں چار اعشاریہ پانچ فیصد ہے۔

- بھارت کے مسلمان زیادہ تر ناخواندہ اور غریب ہیں۔

ملک کی مسلم اقلیت میں خواندگی کی شرح ساٹھ فیصد ہے جو ملک کی شرح خواندگی سے پانچ فیصد کم ہے۔ مسلم خواتین میں شرح خواندگی اور بھی زیادہ کم ہے اور صرف پچاس فیصد مسلم خواتین پڑھی لکھی ہیں۔

پانچ سے چودہ سال کی عمر کے مسلمان بچوں کی کل تعداد کے تقریباً ایک چوتھائی کو کبھی اسکول جانا نصیب نہیں ہوتا یا پھر وہ اسکولوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔

جنوبی ریاستوں میں مسلمانوں کی تعلیمی حالت قدرے بہتر ہے۔ ''آندھرا پردیش میں مسلمانوں میں شرح خواندگی اڑسٹھ فیصد ہے جو کہ ریاست اور ملک کی شرح خواندگی سے زیادہ ہے۔ کیرالا اور تامل ناڈو میں نوے فیصد مسلمان بچوں کے نام اسکولوں میں درج ہیں''۔

- مسلمانوں میں غربت کا یہ عالم ہے کہ اکتیس فیصد مسلمان خطِ غربت سے نیچے ہیں، جو کہ ملک کے غریب ترین طبقوں جن میں اچھوت یا قبائلی شامل ہیں سے ذرا بہتر ہے۔

ایک ماہر عمرانیات کے مطابق مسلمانوں کے ان گنت معاشی اور معاشرتی مسائل اُن کی معاشرے میں شناخت، تحفظ اور عدم مساوات کی وجہ سے مزید پیچیدہ ہو گئے ہیں۔

- ہندوستان میں مسلمانوں کی غربت کا اندازہ حکومت کی جانب سے شائع کردہ اعداد وشمار سے بھی ہوتا ہے کہ ملک کے بھکاریوں میں ایک چوتھائی مسلم بھکاری ہیں۔ مسلمانوں کی مجموعی تعداد ملک کی آبادی میں چودہ اعشاریہ دو فیصد ہے۔

اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے سرکاری شعبوں میں جو رقمیں مختص کی جاتی ہیں مسلمان ان سے کم ہی فائدہ اٹھا پاتے ہیں اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اپنا سال گزارنے کے بعد رقم جوں کی توں واپس چلی جاتی ہے اور اس کی آمد و رفت سے مسلمانوں کا کچھ بھلا نہیں ہوتا ہے۔

- پورے ملک میں مسلمانوں کے اوقاف پر غاصبانہ قبضے ہیں اور بہت سی جائدادیں فروخت کی جا چکی ہیں جن کی وجہ

سے یہ املاک اپنے مقاصد سے دور جا پڑی ہیں اور ان سے مسلمانوں کو اجتماعی طور پر کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے۔

● پارلیمنٹ، اسمبلیوں اور لوکل باڈیز میں مسلمانوں کا تناسب بہت نیچے آچکا ہے، بعض ماہرین کے مطابق لوک سبھا میں آزادی کے تناسب سے کم ازکم ۷۷ مسلمان ہونے چاہیے، مگر ۱۹۵۲ میں اولین عام انتخابات سے لیکر اب تک آدھے بھی نہیں رہے ہیں۔ ریٹائرڈ آئی ایس آفیسر ظفر محمود صاحب جنھوں نے سچر کمیٹی میں او ایس ڈی کے فرائض انجام دئے تھے ان کا یہ انکشاف چونکا دینے والا ہے کہ پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کے مسلم گھنی آبادی والے حلقے ایس سی کے لئے ریزرو کردئے گئے ہیں جس کی وجہ سے یہاں مسلمانوں کی تعداد کم ہے۔ مثال کے طور پر آسام کے کریم گنج لوک سبھا حلقہ میں مسلمان 52.3 فیصد ہیں اور ایس سی (شیڈول کاسٹ) 12.95 فیصد، یوپی کے نگینہ اسمبلی حلقہ میں مسلمان 64 فیصد جبکہ ایس سی محض 12 فیصد ہیں اس کے باوجود یہ ایس سی حلقے قرار دئے گئے ہیں۔ اس کے برعکس بنگال کے طفیل گنج میں 53 فیصد ایس سی اور 16 فیصد مسلمان ہیں لیکن یہ ایس سی کے لئے ریزرو نہیں ہے، اس مثال سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایس سی ریزرو سیٹ قرار دینے میں احتیاط تک نہیں برتی گئی ہے، ڈاکٹر محمود کی اس بات سے خود جسٹس راجندر سچر پورے طور پر اتفاق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان غلطیوں کو فوری طور پر درست کر لینا چاہیے۔

جب تک سچر رپورٹ کی بنیادی سفارشات کو ٹھنڈے بستے میں رکھا جائے گا، مسلمانوں کی دیگر گوں حالت میں مجموعی طور پر کوئی معنوی اور حقیقی تبدیلی نہیں آسکے گی۔ یہ بنیادی سفارشات یکساں مواقع کمیشن، ڈائیورسٹی انڈیکس، گھنی مسلم آبادی والے انتخابی حلقوں جن میں سے متعدد ایس سی کاسٹ کے تحت ریزروڈ ہیں، کا پھر سے آبادی کے لحاظ سے ریزرویشن، آئین ہند کی دفعہ 341 میں ترمیم، انڈین وقف سروس اور برسوں کی قید کے بعد الزام ثابت نہیں کئے جانے پر بے گناہ قرار دے کر بری کئے جانے والے افراد کے معاوضہ اور باز آبادکاری جیسے ایشوز سے متعلق ہیں۔

جسٹس راجندر سچر کا بھی یہی کہنا ہے کہ جب تک ان بنیادی سفارشات پر عمل نہیں ہوتا ہے، مسلم کمیونٹی کی سماجی و معاشی حالات میں کوئی ٹھوس تبدیلی نہیں آسکتی ہے۔ انہیں سخت ملال ہے کہ مواقع کمیشن اور ڈائیورسٹی انڈیکس کے سلسلے میں نہ تو کانگریس حکومت کوئی قدم اٹھا سکی اور نہ ہی بی جے پی حکومت آگے بڑھ رہی ہے۔ ان کا واضح طور پر کہنا ہے کہ جب تک ملک میں موجود تمام طبقات کو برابری کے ساتھ ترقی کی دوڑ میں شامل نہیں کیا جائے گا، پورے ملک کو ترقی نہیں دی جاسکتی ہے۔

دہلی یونیورسٹی کے سبکدوش پروفیسر منورنجن موہنتی کا کہنا ہے کہ سچر کمیٹی کی دو بڑی سفارشات ہیں۔ ایک سفارش ڈائیورسٹی انڈیکس کے بارے میں ہے جس کا اطلاق تمام سرکاری اور پرائیویٹ اداروں پر ہوگا جو کہ ابھی تک کاغذ پر ہی موجود ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ جب تک ہم اس انڈیکس پر عمل نہیں کرتے ہیں، ہم یہ نہیں جان پائیں گے کہ ہم کن کو چھوڑ رہے ہیں۔ دوسری سفارش نیشنل ڈاٹا بینک کے قیام سے متعلق ہے۔ ہمیں اب تک یہ پتہ ہی نہیں ہے کہ کیا حکومت اس سلسلے میں اب تک کوئی پالیسی بنا سکی ہے؟

پروفیسر موہنتی یہ بھی کہتے ہیں کہ "موجودہ حکومت نے حق تعلیم قانون (آر ٹی آئی) کو بڑی حد تک ڈراپ کردیا ہے جبکہ سچر رپورٹ میں گھنی مسلم آبادی والے علاقوں میں اس کے نفاذ پر خاص زور ڈالتے ہوئے سفارش کی گئی تھی"۔ ان کے خیال میں اگر ایسا کیا گیا ہوتا تو اس کا بڑا ہی ٹھوس اثر پڑتا کیونکہ ملازمت اور تعلیم کے بغیر مسلمانوں و دیگر اقلیتوں کی حالت میں نمایاں تبدیلی نہیں لائی جاسکتی ہے۔ یہ اس بات پر بھی زور ڈالتے ہیں کہ سچر رپورٹ کی سفارشات کے نفاذ کے لئے مسلم کمیونٹی کو قومی مہم میں شریک ہونا چاہئے۔ سیاسی پارٹیوں کی اس سلسلے میں عدم دلچسپی کو

ایشو بناتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ کسی بڑی پارٹی نے اپنے انتخابی منشور میں اسے کبھی شامل نہیں کیا اور نہ ہی کبھی حکومت پر دباؤ ڈالنے کے لئے احتجاج اور دھرنا کیا۔

● 1993ء میں ممبئی میں جو ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام ہوا تھا۔ اس میں سب سے بڑی بے ایمانی تو یہ ہوئی تھی اور ابھی تک ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کے قاتلوں اور انہیں برباد کرنے والوں کی تحقیق تو جسٹس بی این کرشنا کے سپرد کردی اور اسے روکنے کے لیے جو مسلمان لڑکوں نے بم دھماکے کیے جس میں 260 ہندو مر گئے اس کی تحقیق سی بی آئی کے سپرد کردی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جج صاحب آج بھی کہہ رہے ہیں کہ:

''دسمبر 1992ء تا جنوری 1993ء کے دوران میرے لیے ممبئی کے وہ تجربات خاصے تکلیف دہ رہے جو مجھے فسادات اور پرتشدد واقعات کی تفتیش کے لیے مقرر کردہ انکوائری کمیشن کے ذریعہ ملے۔ میں نے پایا کہ فسادات کے متاثرین کے تئیں واضح بے حسی برتی گئی تھی، اس احساس کے بعد اب لگتا ہے کہ یہی مناسب وقت ہے کہ ریاستی مشینری اور آئینی عہدہ دار اس قسم کے فسادات کی تحقیقات میں گہری سنجیدگی کا مظاہرہ کریں اور مناسب اقدامات کیے جائیں۔ تاکہ دوبارہ ایسے واقعات رونما نہ ہوں۔''

جسٹس کرشنا نے بی جے پی، شیوسینا، وی ایچ پی، بجرنگ دل اور مسلح پولیس سب کو مجرم بنایا تھا لیکن ان کے پاس نہ پولیس تھی نہ خصوصی جج کون انہیں سزا دیتا۔ اور سی بی آئی کے پاس سب کچھ تھا اس لیے مسلمانوں کو پھانسی بھی عمر قید بھی اور دوسری سزائیں بھی ہوگئیں۔

● گئوکشی کے نام پر کئی مقامات پر مسلمانوں پر ظلم ڈھایا گیا۔

● کشمیریوں کا دکھ اور ان کے ساتھ ناانصافی بھی ایک مستقل مسئلہ ہے۔

● بے قصور نوجوانوں کو شک کی بنیاد پر جیلوں میں ڈال دیا جاتا ہے پھر بائیس پچیس سال کے بعد وہ سپریم کورٹ سے باعزت بری ہوتے ہیں اور ان پر لگائے گئے الزامات بے بنیاد ثابت ہوتے ہیں۔ مگر ضائع ہوجانے والے ان کی زندگی کے ان قیمتی اوقات کا کوئی حساب کتاب کرنے کو تیار نہیں ہے نہ ان کی بازآبادکاری کے لئے کسی کے پاس کوئی منصوبہ ہے نہ معاوضہ۔

● اگر دھماکے کے الزام میں اکثریتی فرقے کے لوگ ماخوذ ہوتے ہیں تو ان کا کیس ایسا بنایا جاتا ہے کہ وہ باعزت بری کردئے جائیں جبکہ اقلیتوں کو پھانسی پر لٹکا دیا جاتا ہے اور ان کی رحم کی درخواست بھی رد کردی جاتی ہے۔

● کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصابوں سے بھی جمہوری اقدار کی پاسداری کرنے والوں اور ان کا علم بلند کرنے والوں کو نکالا جارہا ہے، اور ان کی جگہ ایسے لوگوں کو لایا جارہا ہے جو جمہوریت کو نیست و نابود کرنے پر یقین رکھتے رہے ہیں۔

● علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی اقلیتی حیثیت کو بھی نشانا بنایا گیا۔ اور اس سلسلے میں بار بار مسلمانوں کو ذہنی خلجان میں مبتلا کیا گیا۔

● موجودہ حکومت نے حق تعلیم قانون (آر ٹی آئی) کو بڑی حد تک ڈراپ کردیا ہے جبکہ سچر رپورٹ میں گھنی مسلم آبادی والے علاقوں میں اس کے نفاذ پر خاص زور ڈالنے کی سفارش کی گئی ہے۔

● خواتین کی ہمدردی کے نام پر مسلم پرسنل لاء کو بار بار نشانا بنایا جاتا ہے اور یونیفارم سول کوڈ کے نفاذ کی بات کی جاتی ہے۔

● جیل کے قیدیوں میں مسلمانوں کا تناسب حیرت انگیز ہے۔

● مسلمانوں کو ان کا جائز حق دینے کے لئے ریزرویشن میں کوئی حکومت سنجیدگی اور اخلاص کا مظاہرہ کرتی ہوئی نہیں نظر آتی ہے۔

مسلمانوں کے گوناگوں مسائل میں حکومتوں کی طرف سے

حق تلفی اور سرکاری شعبوں میں تعصب کے مظاہر تو جگ ظاہر ہیں مگر یہ بھی سوال اپنی جگہ بجا ہے کہ کیا ان حالات کے لئے خود مسلمان بھی کہیں ذمہ دار ہیں یا ان کا دامن بالکل صاف ستھرا ہے اور ان پر کوئی ذمہ داری کہیں سے عائد نہیں کی جاسکتی ہے؟ یہ ایک غیر مسلم دانشور ہیں جو کہتے ہیں کہ:

مسلمانوں کے متوسط طبقے میں قیادت کے فقدان کی وجہ سے بھی ان کی فکری اور معاشی ترقی کا عمل شروع نہ ہوسکا۔

اس صورت حال میں بعض موقع پرست عناصر نے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسلمانوں پر اپنے آپ کو مسلط کردیا۔

اصل میں مسلمانوں میں قیادت کے فقدان کی ایک بڑی وجہ تقسیم کے وقت پڑھے لکھے اور ہنرمند مسلمانوں جن میں سرکاری افسر، تعلیم کے شعبے سے منسلک افراد اور ڈاکٹر شامل تھے ہجرت کر گئے۔

اسی بنا پر مسلمانوں کو سیاست میں بھی صحیح نمائندگی حاصل نہیں ہوسکی۔ بھارت کی موجودہ پارلیمان کے ایوان زیریں یا لوک سبھا میں پانچ سو چونتیس کل اراکین میں سے صرف چھتیس مسلمان ہیں۔

انھوں نے تو اپنا نقطہ نظر پیش کردیا مگر کیا ہم اس بات کا جواب دے سکیں گے کہ آج ملک کی آزادی پر کئی دہائیاں گزرنے کے بعد بھی ہمارا کوئی قائد کیوں نہیں ہوسکا؟ آج صورت حال یہ ہے کہ مسلمان مذہبی اعتبار سے تو فرقے میں بٹے ہوئے ہیں ہی مگر ان کی فرقہ بندی کا اثر ہر جگہ نظر آتا ہے اور کوئی شعبہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ پاتا ہے، ہم اپنے مشترکہ مفاد کے کاموں کے لئے بھی وسعت نظری اور وسعت قلبی کا ثبوت نہیں دے پاتے ہیں اور مختلف صلاحیتوں کو ناپنے کا ہمارے پاس بس وہی ایک فرقہ بندی ہی کا سب سے بڑا پیمانہ ہے۔ جس کے نتیجے میں قدآور لوگ گوشہ نشین ہوتے ہیں اور بالشیتے قوم کے لیڈر بن جاتے ہیں جن کے سامنے ملت صرف انہیں ایوان اقتدار تک پہنچانے کا ایک ذریعہ ہے، اس کے آگے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، انہیں صرف اپنا مفاد عزیز ہوتا ہے اس لئے انہیں قومی مسائل سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی ہے، وہ اپنی اپنی پارٹیوں میں بھی قوم کے حق میں آواز بلند کرنے سے قاصر ہوتے ہیں، بعض مقامات پر علاقائی سطح کے تجربات تو یہ بتاتے ہیں کہ میونسپل کارپوریشن میں صاحب اقتدار ہونے کی پوزیشن میں رہنے کے باوجود زیادہ قیمت ملنے پر اپنے اقتدار کا سودا کرکے چلے گئے اور قوم جس نے بڑے خوبصورت جذبات کے ساتھ انہیں اور ان کی پارٹی کو اقتدار تک پہنچایا تھا منہہ دیکھتی رہ گئی اور پانچ سال تک اپنے مسائل سے جوجھتی رہی۔ قوم کے جذبات کا استحصال کرنے والے لیڈران ہی کے ہاتھ میں اس وقت قوم کی باگ ڈور ہے۔ اور وہ اگرچہ اپنا اعتبار کھو چکے ہیں مگر ان کا کوئی متبادل نہ ہونے کی وجہ سے قوم انہیں ڈھونے پر مجبور ہے۔ دوسرا اہم مسئلہ تعلیم کا ہے، اس میں بھی مسلمان آج تک خود کفیل نہیں ہوسکے، مشاعروں قوالیوں، فنکشنوں، جلسوں، عرسوں، مختلف قسم کے جشنوں، عید میلاد النبی کے جلوسوں، درگاہوں، مزاروں اور کھیل تماشوں کے لئے ان کے پاس خوب پیسے ہیں مگر اپنے بچوں کو باصلاحیت اور باہنر بنانے والے اسکول اور تعلیمی وتربیتی ادارے ان کے پاس نہیں ہیں، ملی سطح پر ان کے پاس کوئی تعلیمی پالیسی بھی نہیں ہے، مسلمانوں کے ہزاروں بچے آر ایس ایس کے نظریاتی اسکولوں میں تعلیم پاتے ہیں، بہت سے کرسچین مشنری کے اسکولوں میں پڑھتے ہیں، مسلمانوں کے جو تعلیمی ادارے ہیں وہ بہت محدود ہیں اور اب مسلمانوں میں اسکول کھولنے کا کچھ رجحان پیدا ہوا ہے تو خالص تجارتی نقطۂ نظر سے اور ایسے اسکولوں میں قوم کے جذبات کا استحصال اچھی طرح کیا جاتا ہے، بھاری بھرکم ٹرم فیس، ماہانہ فیس، مختلف کاموں کے لئے خصوصی فیس وصول کرنے کے ساتھ ٹوپی سے لیکر موزہ جوتا بیچنے تک پورا ایک سلسلہ ہے جس سے جڑنے کا ایک غریب صرف خواب ہی دیکھ سکتا ہے!!! اور قوم کے چار فیصد جو غریب بچے مدرسوں سے مستفید ہولیتے تھے اب وہاں بھی آئے دن ان کے

لئے نت نئی رکاوٹیں کھڑی ہوتی جارہی ہیں، بہت سے مدرسوں میں اتنی فیس وصول کی جانے لگی ہے جو ان کی استطاعت سے باہر چلی گئی ہے، معیار تعلیم کا جو حال ہے وہ ایک الگ موضوع ہے۔نفسانفسی کا عالم یہ ہے کہ کسی کو ان ملی مسائل پر چند مباحثوں اور تحریروں کے آگے عملی دنیا میں قدم بڑھانے کی نہ فرصت ہے نہ حوصلہ ہے۔ پھر ہمیں اپنے سارے مسائل ومشکلات کی ذمہ داری دوسرے کے سر ڈال دینے کا حق کہاں سے پہنچتا ہے؟ دراصل مسلمانوں کی عزت توان کے دین سے ہے، ان کی عزت کا سرچشمہ اسلام ہے جب سے انھوں نے اپنے دین کو گم کر دیا اسی وقت سے ان کے زوال کی کہانی شروع ہوئی اور یہ سب اسی کے مظاہر ہیں جو اس وقت تک ختم نہیں ہوسکتے جب تک مسلمان اپنے دین سے صحیح معنوں میں وابستہ نہیں ہوجاتے۔

کچھ باتیں اتر پردیش الیکشن کے بارے میں:

اتر پردیش میں الیکشن کا بگل بج چکا ہے، سیاسی داؤ پیچ کے ماہرین اپنی اپنی ٹیمیں لے کر میدان میں اتر چکے ہیں، خوشنما وعدوں کی برسات ہونے لگی ہے، مختلف قسم کے کارڈ کھیلے جارہے ہیں، بے جی پی کے پاس ترقی اور وکاس کا کوئی موضوع نہیں ہے اور اب وہ لوگوں کو اس کے نام پر بے وقوف بھی نہیں بنا سکتی ہے کیونکہ جنتا کو اس کے وکاس کی حقیقت معلوم ہوچکی ہے اس لئے اس نے پھر سے اپنا آزمودہ نسخہ رام مندر بنانے کا مدا چھیڑ دیا ہے، کانگریس کی مسلم ہمدردی اور نرم ہندوتوا کو بھی خوب آزمایا جاچکا ہے، اکھلیش صاحب اور ان کی سماجوادی پارٹی نے بھی مسلمانوں کے ساتھ کچھ اچھا نہیں کیا ہے ملائم سنگھ جی نے زیادہ تر ڈائلاگ اور سنہرے خوابوں کے ذریعہ مسلمانوں کو رام کرنے کی کوشش کی ہے مگر اس بار تو مظفر نگر فساد کے مسئلے میں صاف صاف انہیں ٹھینگا دکھایا گیا جس کی تفصیلات دلدوز ہیں، اخلاق احمد کے قاتل کو نوازنے کا مسئلہ بھی موضوع بحث بنا ہوا ہے، اور بھی بہت سی باتیں کی جارہی ہیں جن کی تفصیل میں جانے کی یہاں گنجائش نہیں ہے، بہوجن سماج پارٹی نے بھی صرف مسلمانوں کو اپنے ووٹ بینک کے طور پر استعمال کیا ہے اور وہ جنتا کی فلاح وبہبود کے کاموں سے زیادہ پتھروں والے پارک تعمیر کرنے میں زیادہ یقین رکھتی ہے، اس کے دور اقتدار میں مسلم نوجوان کچھ زیادہ ہی جیلوں میں ڈالے گئے ہیں، محترمہ مایاوتی خود مسلمانوں کو کٹر پنتھی کا لقب دے چکی ہیں۔ علاقائی طور پر جو مسلم پارٹیاں ہیں ان میں کوئی کس بل نہیں ہے۔

اتر پردیش ملک کی سب سے بڑی ریاست ہے۔ سیاسی ماہرین کی رائے ہے کہ اعلیٰ ترین اقتدار تک پہنچنے کا راستہ اسی ریاست سے ہوکر گزرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صرف ریاستی حکومت ہی نہیں مرکزی حکومت کے لیے بھی اتر پردیش کے اسمبلی انتخابات کافی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ یہاں اسمبلی کی 403 سیٹیں ہیں۔ بڑی ریاست ہونے کی وجہ سے یہاں سات مراحل میں ووٹنگ ہوگی۔ پہلے مرحلہ کی ووٹنگ 11 فروری 2017 کو ہوگی جس میں 73 سیٹوں پر ووٹ ڈالے جائیں گے۔ دوسرے مرحلہ میں 67 سیٹوں کے لیے 15 فروری کو ووٹنگ ہوگی۔19 فروری کو تیسرے مرحلہ میں 69 نشستوں کے لیے پولنگ ہوگی۔ چوتھے مرحلے میں 53 سیٹوں کے لیے 23 فروری کو ووٹ ڈالے جائیں گے۔ ووٹنگ کا پانچواں دور 27 فروری کو ہوگا جس میں 52 سیٹوں پر ووٹنگ ہوگی۔ چھٹے مرحلہ میں 49 امیدواروں کی قسمت کا فیصلہ 4 مارچ کو ہوگا جبکہ ساتویں اور آخری مرحلہ میں 40 نشستوں کے لیے 8 مارچ کو ووٹ ڈالے جائیں گے۔

اتر پردیش میں تقریباً 22 فیصد فارورڈ کاسٹ (اعلیٰ ذات)، 21 فیصد دلت، مجموعی طور پر 41 فیصد او بی سی جس میں 8 فیصد یادو اور تقریباً 19 فیصد مسلم ہیں۔2012 کے اسمبلی انتخابات میں 224 سیٹیں جیت کر سماجوادی پارٹی کے اکھلیش یادو وزیر اعلیٰ بنے، جبکہ بہوجن سماج پارٹی کو 80 سیٹوں پر کامیابی ہاتھ لگی۔ 47 سیٹیں جیت کر بھارتیہ جنتا پارٹی تیسرے نمبر پر رہی جبکہ کانگریس پارٹی کو محض 28 سیٹوں پر ہی اکتفا کرنا

پڑا۔ان کے علاوہ 2012 کے اسمبلی انتخابات میں راشٹریہ لوک دل کو 9 سیٹ، ، پیس پارٹی کو 4 سیٹ،قومی ایکتا دل کو 2 سیٹ، اپنا دل کو ایک سیٹ، اتحاد ملت کونسل کو ایک سیٹ ، نیشنلسٹ کانگریس پارٹی (این سی پی) کو ایک سیٹ اور 6 سیٹوں پر آزاد امیدوار کامیاب ہوئے۔

اگر 2012 کے اسمبلی انتخاب کا جائزہ لیں تو اس میں کل 67 مسلم ممبران اسمبلی منتخب ہوئے تھے جبکہ دوسرے نمبر پر رہنے والوں میں 63 امیدوار مسلم تھے یعنی 130 لوگ اسمبلی کی ریس میں تھے جن میں کچھ ایسے امیدوار بھی تھے جو چند سو ووٹوں سے ہی ناکام رہے تھے اگر مسلم ووٹر اور قائدین کوئی مناسب حکمت عملی اختیار کریں تو انہیں ایسی ناکامی کا سامنا نہیں ہوگا اور اس طرح کم از کم اور 39 مسلمانوں کو ممبر اسمبلی بنا سکتے تھے یعنی اتر پردیش اسمبلی میں مسلمانوں کی تعداد 105 سے 115 تک جاسکتی تھی واضح رہے کہ رامپور میں مسلمان 52٪، میرٹھ میں 53، مرادآباد میں 46، امروہہ میں 44، بجنور میں 42، کیرانہ میں 39، مظفرنگر میں 38، سنبھل میں 36، بریلی میں 25، سرسوتی میں 23، جونپور میں 21، بدایوں، علی گڑھ، اعظم گڑھ، سیتاپور، کھیری، ڈومریا گنج میں 20٪، جبکہ فروخ آباد، سلطانپور، وارانسی، غازی پور، گھوسی، میں 18-19٪ مسلمان بستے ہیں لیکن مسلمانوں کا ووٹ بٹ گیا اور وہ اپنی پسند کا امیدوار نہیں چن سکے۔

25 مسلمان سماجوادی سے 19 بھاجپا سے، 8 بہوجن سے اور ایک مسلمان کانگریس سے ہار کر اسمبلی سے باہر رہنے پر مجبور ہوئے تھے۔

اس وقت اتر پردیش میں جو پارٹی اقتدار میں ہے اس نے اپنا انتخابی منشور عوام کے سامنے پیش کر دیا ہے، اس منشور میں اقلیتوں یعنی مسلمانوں کے لئے بھی بہت کچھ کہا گیا ہے مگر یہ حقیقت ذہنوں میں روشن رہے کہ انتخابی منشور صرف لوگوں کو رجھانے کے لئے ہوتے ہیں ان میں کئے گئے زیادہ تر وعدے پورے کرنے کے لئے نہیں ہوتے ہیں۔ایک بہت اچھی بات یہ ہوئی ہے کہ سماج وادی پارٹی اور کانگریس نے رد و کد کے بعد بالآخر انتخابی سمجھوتہ کر ہی لیا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے اور کس کا ساتھ دینا چاہیے تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ ملک میں مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ایک لمبے عرصے سے جو ذہن تیار کیا گیا ہے اس کی وجہ سے ان کے ساتھ ہر جگہ اور ہر شعبے میں امتیازی سلوک کیا جاتا ہے، مسلمانوں کو اس ملک میں اس طرح کا شہری نہیں سمجھا جاتا ہے جس طرح کا شہری کسی ہندو یا سکھ کو سمجھا جاتا ہے، اگر کوئی وزیر اعلیٰ یا کسی پارٹی کے سربراہ مسلمانوں کو کچھ دینا بھی چاہیں تو نچلے لوگوں کی وجہ سے ان تک ان چیزوں کا پہنچنا ناممکن یا حد درجہ دشوار ضرور ہو جاتا ہے۔

اس وقت ان تمام باتوں سے اہم یہ ہے کہ ملک میں فسطائی قوتوں کا غلبہ ہوتا جا رہا ہے بی جے پی کے ایجنڈے معروف ہیں جن سے وہ راشٹر کو یکسر بدل دینا چاہتی ہے، اس کے نزدیک مسلمانوں کے متعلق کیا جذبات ہیں اور وہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتی ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، اور اس کے بہت کچھ نمونے بھی کھل کر سامنے آنے لگے ہیں۔ آج اسے راجیہ سبھا میں اکثریت کی ضرورت ہے اور آنے والے سالوں میں وہ امیت شاہ جیسے لوگوں کو صدر جمہوریہ بنانا چاہتی اس کے پاس تنظیمی اعتبار سے نہ افراد کی کمی ہے نہ روپوں کی وہ لاکھ کروڑ روپے بھی اپنی کامیابی کے پیچھے خرچ کر سکتی ہے، اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے یوپی کا الیکشن اس کے لئے بے انتہا اہم ہے اس لئے مسلمانوں کو اپنا ووٹ بڑی سوجھ بوجھ کے ساتھ صرف اسے دینا چاہیے جو بی جے پی کو اپنے منصوبوں میں ناکام بنا سکے ورنہ آنے والے وقت کا پچھتاوا صرف الفاظ میں نہیں ہوگا۔ اللہ ہی سب سے بڑا اور سب سے بہتر کارساز ہے۔اس لئے رہے نام اللہ کا۔

❖ ❖ ❖

شخصیات

فرسان القلم مولانا عبدالمجید اصلاحی جیراجپوری رحمہ اللہ

انصار بن زبیر محمدی الاعظمی

ہمارے مشک کی قیمت وہی بتائیں گے
ختن سے دور جو زخمی غزال ہیں چپ چاپ

فضا ابن فیضی

ہندو پاک میں علامہ ابن تیمیہ اوران کے شاگرد علامہ ابن قیم کو جن چند علماء نے اردو زبان میں سب سے پہلے متعارف کرایا ہے، ان میں جماعت اہل حدیث کا خاندان غزنویہ، علامہ شبلی نعمانی، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کے بعد ماضی قریب میں ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری ، مولانا عبدالمجید اصلاحی اور ڈاکٹر عبدالرحمن الفریوائی کا نام سرفہرست ہے، زیر نظر تحریر میں مولانا اصلاحی رحمہ اللہ کا مختصر تذکرہ پیش خدمت ہے۔

مولانا عبدالمجید اصلاحی جیراجپوری رحمہ اللہ قلم کے شہسوار، تواضع کے پہاڑ، علم وفن کے شناور، زبان وادب کے ترجمان، اور گدڑی میں لعل کی حیثیت رکھتے تھے، 18 جنوری 2017 کی صبح ان کی وفات ہوگئی، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا عبدالمجید بن عبدالحمید اصلاحی جیراجپوری رحمہ اللہ کی پیدائش 1932م میں ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کے ایک مردم خیز ضلع اعظم گڑھ کی ایک علمی بستی جیراج پور میں ہوئی، جیراج پور ضلع اعظم گڑھ کے شمال میں ایک اہل حدیث بستی ہے، جو مولانا اسلم جیراج پوری، مولانا سلامت اللہ جیراج پوری، مولانا مصلح الدین جیراج پوری اور مولانا عبداللہ جیراج پوری رحمہم اللہ جیسے علماء کا مسکن رہا ہے، جیراج پور کے سامنے سڑک کے اس پار بندول نامی بستی بھی ہے، جہاں علامہ شبلی نعمانی جیسی شخصیتوں نے جنم لیا ہے، دونوں بستیوں میں تنافس اور مسابقہ آرائی کا ایک خوشگوار ماحول رہا ہے، جس کے نتیجہ میں وہاں سے ملک کی کئی یونیورسٹیوں کو وائس چانسلر، پروفیسر، لکچرر، اوراعلی درجہ کے سرکاری افسران، وزراء اور سیاست داں بھی میسر ہوئے، لیکن ان تمام میں اہل علم کی شان ہی نرالی رہی ہے، پروفیسر شمیم جیراج پوری سابق وائس چانسلر مولانا ابوالکلام آزاد یونیورسٹی، حیدرآباد، ڈاکٹر نسیم سابق وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، موجودہ دور میں ڈاکٹر مفضل مدنی جیراج پوری، استاذ جامعہ اسلامیہ سنابل نیو دہلی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

مولانا عبدالمجید اصلاحی جیراجپوری رحمہ اللہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہونے کی وجہ سے بڑی آزاد طبیعت کے مالک ہونے کے ساتھ انتہائی جفاکش اور بلندعزم وحوصلہ کے مالک بھی تھے، اس لئے کہ حالات سے نبرد آزمائی آپ کو عہد طفولیت ہی سے ملی تھی، جب آپ چار ماہ کے تھے تو آپ کی والدہ کی وفات ہوگئی، آپ کے والد عبدالحمید صاحب علاقہ کے مشہور حکیم اور طبیب تھے، آپ کی والدہ کی وفات کے بعد آپ کی رضاعت کا بڑا عمدہ انتظام کیا، یہی وجہ ہے کہ آپ کی کئی رضاعی مائیں تھیں، جن کا آپ بڑا احترام کیا کرتے تھے، پھر جب آپ چار سال کے ہوئے تو والد محترم بھی وفات پا گئے، اس کے بعد آپ کی چچی خدیجہ خاتون نے آپ کی پرورش کی۔

ابتدائی تعلیم گاؤں کے سرکاری ہندی پرائمری اسکول میں

حاصل کی ، جہاں اردواور دینیات کا نظم تھا،اس کے بعد اپنے چچازاد بھائی مولانا ایوب اصلاحی جیراجپوری کی زیرسرپرستی اعلی تعلیم کے حصول کے لئے علاقہ کی معروف درسگاہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر ضلع اعظم گڑھ میں داخلہ لیا،اوروہاں اپنی تعلیم مکمل کی۔مدرسۃ الاصلاح سرائے میرکوان دنوں ندوۃ العلماء لکھنؤ کے بعد بڑا مقام حاصل تھا۔

مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے بانی مولانا محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ضلع اعظم گڑھ کی ایک بستی سیدھا سلطان پور کے رہنے والے تھے،جو شیخ الکل فی الکل میاں سیدنذیرحسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔مولانا فیض اللہ مئوی جنہوں نے 1285ھ 1868م میں مدرسہ عالیہ(اب جامعہ عالیہ) مئوقائم کیا تھا،میاں صاحب کے ہم عصر تھے،مدرسہ عالیہ قائم کرنے سے پہلے آپ اعظم گڑھ میں پڑھاتے تھے،جہاں فخر اعظم گڑھ علامہ شبلی نعمانی اور بانی مدرسۃ الاصلاح مولانا شفیع صاحب رحمہااللہ نے آپ سے تعلیم حاصل کی۔میاں سیدنذیرحسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب مولانا شفیع صاحب اپنے وطن واپس لوٹے توانہوں نے اپنے دیار میں اصلاح معاشرہ کے نام سے ایک تحریک قائم کی جو بعد میں مدرسۃ الاصلاح کے قیام کا سبب بنی۔مزید تفصیل کے لئے دیکھئے تذکرہ علماء اعظم گڑھ،حیات شبلی۔الحیات بعدالمات 401۔

اللہ کے فضل اورتوفیق سےئ ندوۃ العلماء لکھنؤ کی طرح مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے قیام اوراس کی آبیاری میں بھی علماء اہل حدیث کا کلیدی کردار رہاہے،شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ کے ایک شاگرد پروفیسرحکیم عبیداللہ رحمانی کشمیری رحمہ اللہ وہاں شیخ الحدیث رہ چکے ہیں،دورطالب علمی میں خوش قسمتی سے حکیم عبیداللہ رحمہ اللہ سے راقم کوبھی استفادہ کی سعادت حاصل رہی ہے،آپ فرماتے تھے کہ مدرسۃ الاصلاح میں تدریس کے لئے میں اپنے استاذ شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ کے حکم پر گیا تھا،پہلے سال میں نے وہاں صحیح بخاری ومسلم پڑھائی ،اس کے بعد منطق وفلسفہ بھی میرے حصہ میں آئی تو میں نے اسے بھی پڑھایا۔

مولانا عبدالمجید اصلاحی نے 1950 میں مدرسۃ الاصلاح سے اپنی تعلیم مکمل کی ،اور مادرعلمی کی نسبت کرتے ہوئے اصلاحی کہلائے۔اورفضیلت کے بعد وہاں کی انتظامیہ نے انہیں اونچی کلاسوں کوعربی زبان وادب پڑھانے کے لئے بحیثیت استادمقرر کیا۔اصلاح میں قیام کے دوران آپ نے طلبہ کی سہولت اورانہیں بہ آسانی عربی زبان سیکھنے کی خاطر((القراءۃ الواضحۃ))مرتب کی۔

مدرسہ اصلاح میں تدریس کے درمیان ہی بندی کلاں ضلع اعظم گڑھ کے ایک تعلیم یافتہ خاندان میں آپ کی شادی ہوگئی۔آپ کی شادی رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں ہوئی تھی،افطار کے بعد نکاح اورسحری کے بعد انتہائی سادگی سے رخصتی ہوئی۔آپ کی اہلیہ حورالنساء سے چار بیٹیاں اورتین بیٹے پیداہوئے، دو بیٹے بچپن ہی میں وفات پاگئے،باقی چاروں بیٹیاں اورایک بیٹے ابونافع بقید حیات ہیں۔بیٹیاں اپنے اپنے خاندان کے ساتھ بخوشی زندگی گزاررہی ہیں اوربیٹے ابونافع دوحہ قطروزارۃ الدفاع میں مترجم کی حیثیت سے کام کررہے ہیں۔

چونکہ مولانا عبدالمجید اصلاحی قلم کے شہسوار تھے،مدرسۃ الاصلاح میں تدریس کے دوران ہی ہندوپاک میں آپ کی قلمی صلاحیتیوں کا چرچا ہونے لگا تھا،اسی دوران مولانا سید ابوالاعلی مودودی رحمہ اللہ نے آپ کو پاکستان آنے کی دعوت دی اوران کی دعوت پرآپ دارالعروبہ پٹھان کوٹ پاکستان تشریف لے گئے اوروہاں مولانا مسعود عالم ندوی رحمہ اللہ کی زیرنگرانی کام کرنے لگے،لیکن آپ کووہاں کی آب وہواراس نہیں آئی اور چند ہفتہ میں وہ ہندوستان واپس لوٹ آئے۔

پھر 1960 کے لپیٹ میں آپ نے طب کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے لکھنؤ طبیہ کالج میں داخلہ لیا اور طب کی تعلیم مکمل کی اور وہاں سے FMBS جو موجودہ Bums کے مساوی ہے، مکمل کیا۔ اور 1965 میں پوری یونیورسٹی میں ٹاپ کیا۔ اور اس کے بعد قصبہ مئو (جو اس وقت اعظم گڑھ کا ایک حصہ تھا) میں مطب قائم کیا۔ پھر کچھ عرصہ تک وہ ذہنی آزمائش میں بھی رہے ،آپ کے بہنوئی مولانا قمر الدین اصلاحی نے ان حالات میں آپ کی بڑی مدد کی۔ اور پھر اللہ نے آپ کو شفا عطا فرمائی۔

1972 اور اس کے بعد کچھ عرصہ تک اہلحدیثان ہند کی مرکزی درسگاہ جامعہ سلفیہ بنارس میں بھی تفسیر وادب اور بلاغت کے استاذ رہے، اس کے بعد خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری رحمہ اللہ کی دعوت پر تدریسی خدمات انجام دینے کے لئے جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر نیپال کا رخ کیا، وہاں سے واپسی کے بعد اپنی مادر علمی مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں پھر دوبارہ مدرس ہو گئے، پھر 1983 اور 1984 کے عرصہ میں جامع المنقول والمعقول مولانا نذیر احمد رحمانی املوی کے قائم کردہ ادارہ مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم املو مبارکپور میں تدریسی خدمات انجام دی۔ چونکہ جامعہ سلفیہ بنارس میں قیام کے دوران مورخ جماعت مولانا عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ سے تعارف ہو چکا تھا اور رحمانی صاحب جیسے نبض شناس آپ کی صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہو چکے تھے، چنانچہ المعھد التعلیمی الاسلامی کے قیام کے بعد مولانا عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ کے اصرار پر ان کی دعوت قبول کرتے ہوئے دہلی تشریف لے گئے اور وہاں طلبہ کو آپ ادب، انشاء اور تفسیر پڑھاتے رہے۔ جب ماہنامہ التوعیہ جاری ہوا تو وہاں رہ کر شاندار طریقہ سے التوعیۃ کی ادارت سنبھالی۔ مولانا عبدالحمید رحمانی رحمہ اللہ نے آپ کو علامہ ابن القیم رحمہ اللہ کی شہرہ آفاق تصنیف (زادالمعاد) کے ترجمہ کا کام عطا کیا، جسے آپ نے بہت کم عرصہ میں مکمل کر کے ان کے سپرد کر دیا، ابھی تک جس کی پہلی جلد چھپ سکی ہے، اللہ سے دعا ہے کہ باقی جلدوں کی طباعت واشاعت کی راہ ہموار فرمائے۔

جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں کے قیام کے ابتدائی سالوں میں وہاں بھی آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں، آپ کا ایک واقعہ جو حافظ شمیم املوی نے مجھے بتایا کہ ابتدا میں مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ نے اساتذہ کی بروقت حاضری کا ایک نظام بنایا تھا اور پہلی گھنٹی لگتے ہی وہ کسی بھی کلاس میں داخل ہو جاتے تھے، ایک دن اچانک پہلی گھنٹی لگنے کے ساتھ ہی ایک کلاس میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مولانا عبدالمجید اصلاحی پانچ منٹ پہلے ہی سے وہاں موجود ہیں، آپ کی مثالی حاضری پر مولانا مختار احمد ندوی بہت خوش ہوئے ۔ یوں بھی وقت کی پابندی اور اپنے کاموں کو وقت پر پورا کرنا آپ کا نمایاں وصف تھا۔

مولانا کے پڑھانے کا انداز نرالا تھا، طلبہ کے سامنے نوادرات کو خوب بیان کرتے تھے، ان کی تربیت کے لئے عربی مجلّات کے مضامین یا عربی کتابوں کے بعض صفحات مقرر کر کے انہیں اس کا اردو ترجمہ کرنے پر مامور کر دیتے، اس طرح ابتدا ہی سے طلبہ میں صلاحیتوں کو نکھرنے کا موقعہ مل جاتا تھا۔

التوعیۃ کی ادارت اور نوائے اسلام دہلی میں خصوصی کالم نگار ہونے کے ساتھ عمر بھر قلم کا بامقصد استعمال کرتے رہے، زاد المعاد کے ترجمہ کے علاوہ متعدد کتب کا ترجمہ کیا ہے، بعض کتابوں کی تالیف فرمائی ہے، خاندان نوائے اسلام دہلی کے آپ معتمد افراد میں سے تھے، اور گاہے بگاہے نوائے اسلام میں لکھتے رہتے تھے۔ مکتب میں زیر تعلیم بچوں کو سیرت طیبہ سکھانے کے لئے آپ نے (رہبر کامل) تصنیف فرمائی، جو مختلف مکاتب میں داخل نصاب ہے، مدرسہ تعلیم الاسلام گاؤں بندی کلاں میں مکتب کی تعلیم کے دوران ہمیں یہ کتاب پڑھائی جاتی تھی۔

1988 میں آپ مستقل طور پر اپنے وطن واپس لوٹ آئے، اور ادارہ دار الفکر جیراجپور قائم کیا، ابتدا میں آپ کی اہلیہ محترمہ نے اپنے گھر ہی میں بچیوں کو ناظرہ قرآن پڑھانا شروع کیا اور پھر گھر کے قریب ہی جگہ خرید کر مدرسہ کو وہاں منتقل کیا، مدرسۃ البنات کے نام سے یہ ادارہ آج بھی اپنی روشنی بکھیر رہا ہے، جہاں عالمیت وفضیلت تک تعلیم دی جاتی ہے، گاؤں اور محلہ اور اطراف کی طالبات اس سے مستفید ہو رہی ہیں، اس ادارہ کو مولانا نے اپنے خون جگر سے سینچا ہے، مولانا شمیم سلفی املوی کافی عرصہ سے جیراجپور میں مقیم ہو کر ادارہ کا انتظام دیکھ رہے ہیں، اللہ اس ادارہ کو قائم ودائم رکھے۔

علماء واطباء میں شاذ ونادر ہی ایسے ملیں گے جو علم طب کے ساتھ عربی اور انگریزی ہر دو زبانوں کے ماہر ہوں، یہ خوبی اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی تھی، حکومت ہند کے تحت چلنے والی وزارت صحت وخاندانی بہبود کے ادارہ (مرکزی کونسل برائے تحقیقات طب یونانی نئی دہلی CCRUM) ایک خود مختار ادارہ ہے، اس کے شعبہ لٹریچر ریسرچ یونٹ کے تحت عربی مصادر کے ترجمہ کا منصوبہ بنایا گیا تو پورے ملک میں ذمہ داروں کی نگہ انتخاب آپ پر پڑی، پھر اللہ کی توفیق سے آں رحمہ اللہ نے کونسل کی مختلف کتابوں کا اردو زبان میں ترجمہ کیا، جس میں مورخ طب ابن ابی اصیبعہ کی کتاب (عیون الانباء فی طبقات الاطباء، مجلدین) اور مشہور طبیب ابوبکر محمد بن زکریا رازی کی شہرہ آفاق تصنیف (الحاوی الکبیر فی الطب)23 مجلد۔ کی ابتدائی 7 جلدوں کا ترجمہ آپ ہی نے کیا، ان کے علاوہ بھی اپ نے طب کی کتابوں کے ترجمہ کا کام کیا ہے، لیکن ccrum کی کتابوں میں مترجم کا نام نہ ہونے کی وجہ سے سراغ لگانا آسان نہیں ہے، کتابوں کے ترجمہ کا کام خدمت خلق اور خدمت دین کے ساتھ آپ کی معیشت کے لئے بہترین انتظام تھا، پھر جب آپ کے فرزند ابونافع قطر کی وزارۃ الدفاع میں مترجم کی حیثیت سے کام کرنے لگے تو آپ معاش سے فارغ البال ہو گئے۔

جیراج پور کی نئی جامع مسجد نئے انداز میں آپ ہی کے توسط سے تعمیر شدہ ہے۔ جیراج پور کے پڑوس میں معاشی لحاظ سے انتہائی کمزور مسلمانوں کی ایک چھوٹی سے بستی ہے، جہاں آپ نے ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرائی، اور فرماتے تھے کہ یہاں مسجد کی تعمیر سے جہاں لوگوں کو صلاۃ ادا کرنے کی سہولت ہو جائے گی وہیں ان کے بچوں کی دینی تعلیم کا یہ ایک بہترین نظم ہو جائے گا۔

2000 میں جب آپ اپنی اہلیہ کے ساتھ حج کے لئے تشریف لے گئے تو ان دنوں راقم سعودی عرب کی وزارۃ الشئون الاسلامیۃ والاوقاف والدعوۃ والارشاد کے ادارہ التوعیۃ الاسلامیۃ فی الحج کی طرف سے حجاج کی دینی رہنمائی پر مامور تھا، میری ڈیوٹی، دوار کدی، المسفلہ کے مرکز میں تھی جو حرم مکی سے کافی قریب ہے، جس کی وجہ سے اس دوران آپ سے بار بار ملاقات ہوا کرتی تھی، ملنے پر اپنی خوشی کا اظہار کرتے اور ڈھیر ساری دعائیں دیتے، انہیں دنوں میں نے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی مشہور کتاب (الفرقان بین اولیاء الرحمن واولیاء الشیطان) کا اردو ترجمہ (اولیاء حق وباطل) کے نام سے کیا تھا، جب آپ سے اس کے مراجعہ کی درخواست کی تو آپ نے بخوشی قبول کر لیا، اور انتہائی کم عرصہ میں انتہائی دقت کے ساتھ مراجعہ فرمایا، ترجمہ اور ترجمانی کے بارے میں کچھ ہدایتیں بھی دی، ان کی حج سے واپسی کے چند ماہ بعد جب میں سعودی عرب سے چھٹیاں گذارنے وطن پہنچا تو آپ سے کتاب کے مراجعہ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ تمہاری کتاب کا مراجعہ تو مکمل ہو گیا ہے، لیکن اسے اسی وقت دوں گا جب تم جیراج پور میں آ کر جمعہ کا خطبہ دوگے، سبحان اللہ !تربیت کا کیسا پیارا انداز تھا، آپ نے میری کتاب کے ترجمہ کا مراجعہ

کیااوراپنی موجودگی میں جیراج پور کی مرکزی جامع مسجد میں خطبہ دلواکرایک اعزازاوراعتماد بھی عطاکیا،فجزاہ اللہ خیرالجزاء،واسکنہ فسیح جناتہ ورفع درجتہ فی علیین۔

چونکہ توحیدخالص کی دعوت کوبعض تحریکی اکابر کی لغزشوں کی وجہ سے بڑانقصان پہنچاہے،اس لئے کہ اپنے مقاصد کے لئے انہوں نے کلمہ کامفہوم ہی بدل دیا تھا،لاالہ الااللہ کے معنی لامعبود بحق الااللہ،یہ معروف ہے،لیکن بعض لوگوں کے نزدیک لاالہ کامفہوم لاحاکمیۃ الا اللہ ہے،گویاانہوں نے توحیدکی تعریف ہی بدل دی،کلمہ طیبہ کی اس غلط اورگمراہ کن تشریح کی حقیقت کوبیان کرنے کے لئے عالم اسلام کے کبارعلماء ومشائخ کے مشورہ پر دکتورعمراحمدالملیباری استادجامعۃ الامام ریاض کاایک رسالہ(لاالہ الااللہ کامفہوم اوراختلاف)بڑاجامع اورمختصرچھپاہے،جس کاآں رحمہ اللہ نےسلیس اردومیں ترجمہ کیاتھا،جسے پڑھنے کے بعدکلمہ کےمفہوم میں تحریف سمجھ میں آجاتی ہے۔اللہ تعالی نے آپ کےقلم میں وہ طاقت وقوت دی تھی کہ ایک بارجوآپ کوپڑھ لیتایاکسی موضوع کوچھیڑ دیتاتوآپ جس قدرجولانیاں بکھیرتے جاتے سارےلوگ خوب مستفیدہوتے۔

ایک مرتبہ ریاض سعودی عرب کےمعروف دعوتی ادارہ (الندوۃ العالمیۃ للشباب الاسلامی (WAMY)میں کسی اصلاحی نسبت رکھنےوالےمترجم نے الندوۃ کےڈائرکٹر دکتورمانع الجہنی رحمہ اللہ کی خدمت میں کسی کتاب کاترجمہ پیش کرکےالندوہ سے اس کی اشاعت کی سفارش کی تو ڈاکٹر مانع الجہنی نے بڑی صراحت کےساتھ فرمایاکہ اگریہ کسی اصلاحی کاترجمہ ہےتو نحن لانعرف الاالشیخ عبدالمجیدالاصلاحی ہمیں توصرف عبدالمجیداصلاحی کاترجمہ لائیے،ہم توصرف انہیں کوجانتے ہیں۔اس واقعہ کوراقم سے خود مولاناعبدالمجیداصلاحی رحمہ اللہ نےمتعددمرتبہ بیان کیاہے۔

آپ اپنے ادارہ مدرسۃ البنات کے لئےممبئی کاسفر برابر کیاکرتے تھے،ابھی سال گزشتہ ممبئی آمدپرجب آں رحمہ اللہ دفترصوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی تشریف لائےتوملاقات ہوئی تھی،اورپھراسی سفرمیں ایک دن ظہرانہ پرحاضرہوکرمجھےبھی اعزازبخشاتھا۔

ضلع اعظم گڑھ میں باستثنائے املومبارکپورتحریک شہیدین کے اثرات جیسےجیسےکمزورپڑتےگئےاسی لحاظ سےتحریک اہل حدیث کمزورپڑتی گئی،اوروہاں کےلوگ تحریک اسلامی اورتحریک تبلیغی سے جڑتے گئے،حالانکہ اس ضلع میں میاں سیدنذیرحسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کےمتعددتلامذہ کاذکرملتاہے،شایدماحول سازگارنہ ہونے کی وجہ سے یہاں جماعت کاکام بہت کم ہوا،شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ کی سفارش پرمولانامختاراحمد ندوی رحمہ اللہ نےاعظم گڑھ کےمحلہ تکیہ میں ایک اہل حدیث مسجد تعمیرکرائی تھی،مگروہاں پراہل حدیثوں کی تعدادکم ہونےکی وجہ سے وہ مسجدان کے ہاتھ سےجاتی رہی اورآج اس پرتبلیغی جماعت کے بھائیوں کاقبضہ ہے۔اعظم گڑھ کےان حالات میں بھی آں رحمہ اللہ نے کئی سالوں تک ضلعی جمعیت اہل حدیث اعظم گڑھ کی نظامت سنبھالی،گزشتہ پندرہ برسوں کے اندرمکاتب توعیۃ الجالیات سےمستفیداحباب کےتعاون سےاعظم گڑھ کےمختلف مقامات پرمتعدداجلاس اورکانفرنسوں کاانعقادکیاگیاجوانہیں کے دور نظامت اورڈاکٹر عبدالعزیزمبارکپوری کی امارت میں مولاناعبدالرحمن مبارکپوری اورشیخ نورالعین سلفی حفظہم اللہ کی سرپرستی میں انتہائی کامیابی سےجاری رہی۔

اللہ سےدعاہےکہ مولاناعبدالمجیداصلاحی رحمہ اللہ کی مغفرت فرمائے،اورجمعیت وجماعت اورعالم اسلام کوان کانعم البدل عطافرمائے۔ اورجنت الفردوس میں آپ کے درجات بلند فرمائے،اوران کےپسماندگان کوصبرجمیل عطافرمائے۔آمین۔

❖ ❖ ❖

[۷]

عقیدہ ومنہج

اللہ تعالیٰ عرش پر ہے ہر جگہ نہیں

محمد مقیم فیضی

امام ابوالحسین مسلم بن حجاج صاحب صحیح مسلم (۲۰۴-۲۶۱)

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سنت کے متعلق (جس میں موضوع زیر بحث بھی شامل ہے) ان کے اعتقاد کا پتہ ان احادیث کے سیاق سے ہوتا ہے جو انھوں نے (اپنی کتاب صحیح مسلم) میں بلا کسی تاویل کے بیان کی ہیں، مگر انھوں نے اس کے تراجم (عناوین) نہیں لکھے ہیں جیسا کہ امام بخاری نے کیا ہے، بلکہ انھوں نے بلا ابواب ان حدیثوں کو بیان کردیا ہے، مگر ان کے تراجم (عناوین) کا پتہ ان کے اس طرز سے ہوجاتا ہے کہ وہ ایک چیز کو اس کی نظیروں کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں۔

لہٰذا انھوں نے ''کتاب الایمان'' میں بہت سی احادیث صفات کا ذکر کیا ہے: مثلاً قیامت کے دن آنے اور ان کے اسے دیکھنے کی حدیث، حدیث جاریہ (لونڈی والی حدیث جس میں صاف کہا گیا ہے کہ اللہ آسمان میں ہے) اور احادیث نزول کا بیان، اور حدیث: ''إِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمَوَاتِ عَلٰى اِصْبَعٍ وَالْأَرْضَ عِلٰى اِصْبَعٍ'' اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر اور زمینوں کو ایک انگلی پر روکے گا۔ کا بیان، حدیث: ''يَأْخُذُ الْجَبَّارُ سَمٰوَاتِهِ وَأَرْضَهُ'' جبار اپنے آسمانوں اور اپنی زمین کو اپنے ہاتھوں میں لے لے گا، اور حدیث: ''حَتّٰى يَضَعَ الْجَبَّارُ فِيْهَا قَدَمَهُ'' یہاں تک کہ جبار اس میں اپنا قدم رکھ دے، اور حدیث ''اَلْمُقْسِطُوْنَ عِنْدَاللهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍعَنْ يَمِيْنِ الرَّحْمَانِ، وَكِلْتَايَدَيْهِ يَمِيْنٌ'' منصف لوگ اللہ کے پاس رحمان کے دائیں نور کے منبروں پر ہوں گے، اور اس کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ اور حدیث: ''أَلَا تَأْمَنُوْنِيْ وَ أَنَا أَمِيْنُ مَنْ فِي السَّمَاءِ'' کیا تم لوگوں کو میری امانتداری پر اعتماد نہیں ہے جبکہ میں اس کا امین ہوں جو آسمان میں ہے۔ ان کے علاوہ دیگر صفات کی حدیثیں بھی انھوں نے بطور احتجاج واستدلال ذکر کی ہیں اور ان میں کوئی تاویل نہیں کی ہے، اگر وہ ان کے مشمولات کا اعتقاد نہ رکھتے ہوتے تو وہ بھی ان کے ساتھ وہی کرتے جو ان کا بیان کرتے وقت تاویل کرنے والوں نے کیا ہے۔(اجتماع الجيوش الاسلامية على حرب المعطلة والجهمية ۳۶۷-۳۶۸)

امام ابوعیسیٰ ترمذی (۲۰۹-۲۷۹)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

حافظ ابوعیسیٰ ترمذی نے اپنی کتاب ''جامع ترمذی'' میں جب حضرت ابوہریرہ کی حدیث: ''لَوْ أَنَّكُمْ دَلَّيْتُمْ بِحَبْلٍ إِلٰى الأَرْضِ السُّفْلٰى لَهَبَطَ عَلٰى اللهِ'' اگر تم کوئی رسی زمین پر ڈالو تو وہ اللہ پر جائے گی۔ کا بیان کیا جو ایک منکر حدیث ہے تو فرمایا کہ اہل علم نے کہا ہے کہ: اور وہ عرش پر ہے جیسا کہ اس نے اپنی کتاب میں اپنے بارے میں بتایا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث: ''إِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ الصَّدْقَةَ بِيَمِيْنِهِ وَ يَأْخُذُهَا بِيَمِيْنِهِ فَيُرَبِّيْهَا'' یقینا اللہ

تعالیٰ صدقے کو اپنے داہنے ہاتھ سے قبول فرماتا ہے اور اسے اپنے داہنے ہاتھ سے لیکر اس کی پرورش کرتا ہے'' کو روایت کرنے کے بعد فرمایا:

متعدد اہل علم نے اس حدیث اور اس جیسی صفات کی احادیث اور رب تبارک وتعالیٰ کے آسمان دنیا کی طرف نزول کی حدیثوں کے متعلق فرمایا کہ: یہ روایتیں ثابت ہیں، ہم ان پر ایمان لاتے ہیں، ان کے سلسلے میں وہم کرتے ہیں نہ یہ کہتے ہیں کہ ان کی کیفیت کیا ہے؟ اسی طرح کی بات امام مالک، ابن عیینہ اور ابن مبارک سے بیان کی گئی ہے کہ ان سب نے ان احادیث کے متعلق فرمایا: ''أَمِرُّوْهَا بِلَاكَيْفٍ'' انہیں کیفیت میں پڑے بغیر تسلیم کرلو۔ فرمایا: اور اہل سنت والجماعت کے اہل علم کا یہی اعتقاد ہے، مگر جہمیہ ان روایات کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں: ''یہ تشبیہ ہے'' اور انھوں نے ان احادیث کے وہ معانی بیان کئے ہیں جو اہل علم کے بیان کردہ معانی کے خلاف ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے نہیں بنایا ہے، یہاں ہاتھ کا معنی قوت ہے۔ اسحاق بن راھویہ نے فرمایا کہ تشبیہ تو اس وقت ہوگی جب یہ کہے کہ: ''ہاتھ میرے ہاتھ جیسا'' یا ''سماعت میری سماعت جیسی'' تب یہ تشبیہ ہوگی مگر جب ویسے کہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ہاتھ، سمع، بصر، تب نہ تو وہ کیسا کہتا ہے نہ جیسا کہتا ہے، ایسی صورت میں وہ اس کے نزدیک تشبیہ نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْئٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ'' اس جیسا کوئی نہیں ہے اور وہ خوب سننے والا دیکھنے والا ہے۔ (مختصر العلو ۲۱۸-۲۱۹)

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ (۲۰۹-۲۷۳)

علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی نے اپنی سنن میں ''باب ماأنكرت الجهمية'' جہمیہ نے جن چیزوں کا انکار کیا ہے۔ بیان فرمایا ہے، اس میں انھوں نے حدیث رویت (اللہ تعالیٰ کو قیامت میں دیکھنے کی حدیث) بیان کی ہے، ابورزین کی حدیث بیان کی ہے، اور حضرت جابر کی حدیث: ''بَيْنَا أَهْلُ الْجَنَّةِ فِيْ نَعِيْمِهِمْ، إِذْ سَطَعَ لَهُمْ نُوْرٌ فَرَفَعُوْا رُؤُوسَهُمْ، فَإِذَا الرَّبُّ عَزَّوَجَلَّ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ'' اہل جنت اپنی نعمتوں میں ہوں گے کہ اسی اثناء میں ان کے سامنے ایک نور چمک اٹھے گا تو وہ اپنے سروں کو اٹھالیں گے، تب ان کا رب ان کے اوپر سے ان کی طرف متوجہ ہورہا ہوگا، اور حدیث: ''يَطْوِيْ اللهُ السَّمَاوَاتِ بِيَمِيْنِهٖ'' اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اپنے داہنے ہاتھ سے سمیٹ لے گا، اور حدیث اوعال اور حدیث: ''إِنَّ اللهَ لَيَضْحَكُ إِلىٰ ثَلَاثٍ'' اللہ تعالیٰ تین آدمیوں سے ہنستا ہے۔ اور اسی طرح کی احادیث صفات کا ذکر فرمایا ہے اور اسی طرح دیگر علماء حدیث کی طرح اپنی تفسیر میں بھی کیا ہے۔

امام ابوداود رحمہ اللہ ( )

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اسی طرح جو بھی شخص سنت کے بیان میں اور جہمیہ کی تردید میں ابن ماجہ کے اول کتاب میں ان کی تبویب پر اور ابوداود کی تبویب پر جو انھوں نے جہمیہ اور قدریہ کے بیان میں کی ہے اور باقی تمام ائمہ اہل حدیث کے رویے کو دیکھے گا تو اسے ان کے قول کا مضمون سمجھ میں آجائے گا اور وہ یہ جان لے گا کہ سب کا طریقہ اور اعتقاد ایک ہی ہے؛ مگر ان میں سے کچھ لوگوں نے ابواب قائم کئے ہیں تراجم بیان کئے ہیں۔ مگر ان میں سے کسی نے بھی ان کے حقائق کو باطل ٹھہرایا ہے نہ ان میں کوئی تحریف وتبدیلی کی ہے اور اپنی تحریف کا نام تاویل رکھ دیا ہے جیسا کہ جہمیہ کا طور طریقہ ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اہل حدیث اور جہمیہ کے درمیان اس

سے بھی بڑی جنگ ہے جو کفر اور اسلام کی چھاؤنیوں کے درمیان چھڑی رہتی ہے۔(اجتماع الجیوش..ص ۳۷۲)

ابوداود کے اعتقاد کو جاننے کے لئے دیکھئے: ان کی سنن میں کتاب السنة: باب : فی القدر، باب فی الجهیمیه اورباب في الرد على الجهمية۔

ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب النسائی (متوفی: ۳۰۳ھ)

امام نسائی رحمہ اللہ بھی اہل حدیث کے مسلک پر قائم تھے، انھوں نے اپنی کتاب السنن الكبرى میں کتاب النعوت میں اللہ تعالیٰ کی متعدد صفات کا ذکر بلا تاویل کیا ہے اور کتاب التفسیر میں سورۂ فصلت میں (ثم استوى إلى السماء) کی تفسیر میں حدیث جاریہ کا ذکر کیا ہے جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آسمان میں ہونے کے قائل تھے اور استوی کا معنی بلند ہونے اور کسی چیز کے اوپر ہونے کو سمجھانے کے لئے عبداللہ بن عمر کی حدیث: ’’أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَاسْتَوَى عَلىٰ بَعِيْرِهِ خَارِجًا إِلىٰ سَفَرٍ كَبَّرَ ثَلَاثاً..‘‘ جب سفر کے لئے نکلتے وقت آپ اپنے اونٹ کے اوپر ہو لیتے تو تین بار تکبیر کہتے تھے۔ کا ذکر کیا ہے۔(دیکھئے السنن الكبرى للنسائى تفسير سورۂ فصلت قوله تعالىٰ ثم استوى إلى السماء)

اسی طرح انھوں نے کتاب الملائکۃ میں حضرت ابو ہریرہ کی اس حدیث کا بھی ذکر کیا ہے جس میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو پکارتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم لوگ بھی اس سے محبت کرو، لہٰذا جبریل اس سے محبت کرتے ہیں اور آسمان والوں کو آواز دیتے ہیں...الخ (کتاب مذکور)

یہاں ہم نے صرف ان ائمہ وعلماء کا ذکر کیا ہے جو خواص کے ساتھ عوام میں بھی مشہور ہیں اور بے شمار ائمہ اور علمائے کبار کا ذکر طوالت کے خوف سے ترک کر دیا ہے حالانکہ ان میں سے متعدد ائمہ ان ذکر کردہ لوگوں میں سے بعض کے مقابلے میں کہیں بلند رتبہ جلالت علمی میں فائق ہیں۔ مثل علی بن مدینی، یحیٰ بن معین، سفیان ثوری، سفیان بن عینہ اور ان سے اوپر اور نیچے کے بہت سے اہل علم۔

امام ابن تیمیہ کی متاخر اہل علم کے متعلق ایک عمدہ اور بابصیرت تحریر

اب ان شاء اللہ ان شبہات کا جائزہ لینا ہے جو عام طور پر وہ لوگ پیش کرتے ہیں جو مسلک سلف اور اہل حدیث کے عقیدے کے برعکس اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علو وفوقیت سے متعلق مختلف اشکالات پیش کرتے رہتے ہیں۔ مگر اس سے پہلے ان لوگوں کے متعلق امام ابن تیمیہ کی ایک بصیرت افروز تحریر پیش کر دینا مناسب سمجھتے ہیں جن کا حوالہ عام طور پر اپنے مسلک کی تائید کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اگر یہ اعتراض ہو کہ آپ نے کہا کہ صفات کی نفی کرنے والے معتزلہ وجہمیہ کے اکثر ائمہ کے یہاں رسول کی لائی ہوئی باتوں اور قرآن کی تفسیر اور اصول دین میں اقوال سلف اور ان کی جانب سے رسول سے پہنچائی گئی باتوں کی معرفت کم تھی، حالانکہ نفی کرنے والوں میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جنھیں ان کی معرفت حاصل تھی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح کے لوگوں کی مختلف قسمیں ہیں: کچھ لوگ ایسے ہیں جنھیں عقلیات کا کوئی تجربہ نہیں ہے، بلکہ نفی کرنے والے حکم اور دلیل کے متعلق جو کچھ کہتے ہیں وہ انہیں کو پکڑ لیتے ہیں، اور انہیں براہین قطعیہ مانتے ہیں، اور ان باتوں

میں خود کوئی رائے قائم کرنے کی صلاحیت ان میں نہیں پائی جاتی ہے، بلکہ درحقیقت وہ لوگ ان امور میں مقلد ہوتے ہیں، اور انہیں لوگوں کے اقوال کا اعتقاد رکھتے ہیں، اور قرآن وحدیث اور اقوال سلف کی جو باتیں سنتے ہیں انہیں ان لوگوں کی باتوں کی مخالفت پر محمول نہیں کرتے ہیں، بلکہ یا تو انہیں ان لوگوں کی موافق سمجھتے ہیں یا پھر ان کے معانی میں تفویض کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے ان سے اعراض کر لیتے ہیں۔

اور یہ حال ابوحاتم بُستی اور ابوسعد سمان معتزلی جیسے لوگوں کا اور ابوذر ہروی، ابوبکر بیہقی، قاضی عیاض، ابوالفرج بن جوزی، اور ابوالحسن علی بن مفضل مقدسی جیسے لوگوں اور انہیں کی طرح کے دیگر لوگوں کا ہے۔

اور دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو عقلیات میں مسلک اجتہاد پر کاربند ہیں مگر ان کے متعلق ان سے اسی طرح غلطیاں ہوتی رہتی ہیں جس طرح دوسروں سے ہوئی ہیں، اس طرح وہ جہمیہ کے بعض فاسد اصولوں میں ان کی ہمنوائی کرتے ہیں حالانکہ انہیں اس باب میں سلف وائمہ کے کلام کی وہ مہارت حاصل نہیں ہے جو ائمہ سنت کو حاصل تھی، گو وہ لوگ صحیحین وغیرہ کی متون کی معرفت رکھتے ہوں۔

اور یہ حال ہے ابومحمد بن حزم، ابوالولید باجی، قاضی ابوبکر بن العربی اور انہیں جیسے لوگوں کا۔

اور اسی قسم میں بشر مریسی اور محمد بن شجاع اور انہیں جیسے اور لوگ بھی شامل ہیں۔

تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جنھوں نے احادیث وآثار سنے، مسلک سلف کی تعظیم کی مگر انھوں نے جہمی متکلمین کے کچھ باقیماندہ اصولوں میں ان کی پیروی کی اور انہیں قرآن وحدیث اور آثار میں وہ مہارت نہیں حاصل تھی جو ائمہ سنت وحدیث کو حاصل ہے، اور اس مہارت کا تعلق دونوں پہلوؤں سے ہے، یعنی صحیح وضعیف کی معرفت اور ان دنوں میں تمیز کا معاملہ ہو یا ان کے معانی کی فہم کی بات ہو، دونوں میں ان کی معرفت کم ہے۔ انھوں نے نفی صفات کرنے والے جہمیہ کے کچھ عقلی اصولوں کو صحیح سمجھا اور انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان دونوں میں تعارض پایا جاتا ہے۔

اور یہ ابوبکر بن فورک، قاضی ابویعلی، ابن عقیل اور ان جیسے لوگوں کا حال ہے۔

اسی لئے یہ لوگ کبھی تو اہل تاویل کا طریقہ اختیار کر لیتے ہیں جیسا کہ ابن فورک اور ان جیسے لوگوں نے مشکل آثار پر کلام کرتے ہوئے کیا ہے، اور کبھی ان کے معانی میں تفویض کا طریقہ اپناتے ہیں، اور کہہ دیتے ہیں کہ: انہیں ان کے ظاہر پر محمول کیا جائے جیسا کہ قاضی ابویعلی اور ان جیسے لوگوں نے کیا ہے۔

اور کبھی ان کا اجتہاد مختلف ہوتا ہے تو ایک بار اسے ترجیح دیتے اور دوبارہ اسے، جیسا کہ ابن عقیل اور ان جیسے لوگوں کا حال ہے۔

اور یہ لوگ کبھی کبھی مشکل احادیث میں انہیں بھی داخل کر لیا کرتے ہیں جو جھوٹی اور موضوع ہوتی ہیں، اور انہیں یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ موضوع ہیں اور ان میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہوتا جس سے اشکال کو رفع کیا جا سکے، مثلاً وہ خواب کی بات ہوتی ہے مگر وہ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ ایسا معراج کی رات حالت بیداری میں ہوا تھا۔

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جنھیں جہمیہ وغیرہ سے ماخوذ، عقلیات میں مہارت ہوتی ہے اور وہ ان کے بعض اصولوں میں ان کی ہمنوائی بھی کرتے ہیں، اور انہیں یہ بھی نظر آتا ہے کہ ان کے اقوال میں ایسی باتیں پائی جاتی ہے جو اہل سنت کے یہاں معروف امور کی مخالف ہیں، جیسے قرآن اور رویت کا مسئلہ ہے، اس سلسلے میں یہ بات عوام وخواص میں معروف ہے کہ سلف واہل

حدیث وسنت کا مسلک یہ ہے کہ: قرآن اللہ کا کلام ہے غیر مخلوق ہے، اور اللہ تعالیٰ کو آخرت میں دیکھا جائے گا، چنانچہ انھوں نے چاہا کہ اہل سنت وحدیث کے جو امور مشہور ہیں ان کی تائید وحمایت بھی کریں اور ان عقلی اصولوں میں جنھیں انھوں نے صحیح خیال کر رکھا ہے جہمیہ کی ہمنوائی بھی کرتے رہیں اور دونوں چیزوں کو بیک وقت جمع کرلیں اور امر واقعہ یہ ہے کہ قرآن اور اس کے معانی کی اور حدیث اور اقوال صحابہ کی انہیں وہ تفصیلی مہارت نہیں حاصل ہے جو ائمہ سنت وحدیث کو حاصل رہی ہے، اس لئے انھوں نے اِس کی اور اُس کی آمیزش سے ایک مرکب مسلک بنالیا اور دونوں گروہ (یعنی اہل حدیث اور جہمیہ) ان لوگوں کو تناقض کا شکار بتاتے ہیں۔

یہ جناب اشعری صاحب اور ان کے متبع ائمہ مثلاً قاضی ابوبکر، اور ابواسحاق اسفرائنی اور انہیں جیسے لوگوں کا طریقہ ہے۔ اسی لئے آپ ان میں سب سے افضل اشعری جیسے آدمی کو دیکھیں گے کہ وہ اہل سنت وحدیث کا مسلک تو اجمالی طور پر بیان کرتے ہیں اور اتنا ہی نقل کرتے ہیں جتنا لازم سمجھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم ان تمام باتوں کے قائل ہیں جن کے وہ قائل تھے، اور جب اہل کلام معتزلہ وغیرہ کے اقوال کا تذکرہ کرتے ہیں تو ماہر فن کی طرح اور ان کی تفصیلات سے آگاہی رکھنے والے کی طرح کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا کلام معتزلہ وغیرہ کے تناقض اور ان کے کلام کے فساد کی معرفت کے لئے نفع بخش ہے، مگر جہاں رسول کی لائی ہوئی باتوں اور صحابہ وتابعین کے مسلک کی معرفت کا معاملہ ہے تو ان کے متعلق ان کی معلومات ناقص ہیں، ورنہ جو شخص آثار کا، رسول کی لائی ہوئی باتوں کا اور صحابہ وتابعین کے اقوال کا عالم ہوگا اور ان کی مخالف اور برعکس باتوں کے ساتھ حسن ظن بھی نہیں رکھتا ہوگا تو وہ ہرگز ان لوگوں کا ہمنوا نہیں ہوسکتا ہے: اس کی وجہ یہ ہے کہ یا تو اکثر اہل حدیث کی طرح من حیث الجملہ اسے یہ بات معلوم ہوگی کہ ان چیزوں کی مخالفت کرنے والے اہل بدعت قطعی طور پر رسول کے مخالف ہیں، (اور یہ حقیقت اسے معلوم ہے کہ رسول کی مخالفت کرنے والا گمراہ ہے) یا اس کے ساتھ ہی اسے ان (اہل بدعت) کے اقوال کا فساد اور تناقض بھی معلوم ہوگیا ہوگا، جیسا کہ ائمہ سنت کو اس سلسلے میں وہ باتیں معلوم ہیں جو دوسروں کو نہیں معلوم ہیں۔ اور وہ ائمہ بطور مثال حسب ذیل بزرگوں میں سے ہیں: مالک، عبدالعزیز بن ماجشون، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، سفیان بن عیینہ، ابن مبارک، وکیع بن جراح، عبداللہ بن ادریس، عبدالرحمن بن مہدی، معاذ بن معاذ، یزید بن ہارون واسطی، یحییٰ بن سعید قطان، سعید بن عامر، شافعی، أحمد بن حنبل، اسحاق بن ابراہیم، أبوعبدالرحمن قاسم بن سلام، محمد بن اسماعیل بخاری، مسلم بن حجاج نیساپوری، دونوں دارمی بزرگ: أبومحمد عبداللہ بن عبدالرحمن، عثمان بن سعید، دونوں رازی بزرگ أبوحاتم وأبوزرعۃ، أبوداود سجستانی، أبوبکر اثرم، حرب کرمانی اور بے شمار ائمہ اسلام انبیاء کے وارثین اور رسولوں کے خلفاء جن کی تعداد کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ یہ سب کے سب صفات کی نفی کرنے والوں کی نقیض اور برعکس قول پر متفق ہیں جیسا کہ ان سے اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ سلف سے اس ضمن میں آثار متواتر و بلا اختلاف وارد ہوئے ہیں۔ ا۔ھ (درء تعارض العقل والنقل ۷/۳۲-۳۷)

امام ابن تیمیہ کی مذکورہ تحریر سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ متاخر بزرگوں میں سے بعض نامور ہستیوں سے مسلک سلف کے خلاف روش اختیار کرنے کی جو مثالیں سامنے آتی ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ **(ان شاءاللہ جاری ہے)**

❖ ❖ ❖

بحث وتحقیق

تدفین کے بعد اجتماعی تسبیح وتکبیر کا حکم

کفایت اللہ سنابلی

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی تھے، جسمانی اعتبار سے انتہائی تندرست اور بہت ہی حسین وجمیل تھے۔ ہجرت سے ایک سال قبل اکتیس سال کی عمر میں آپ نے اسلام قبول کیا، اسلام قبول کرنے کے بعد عین اسی دن آپ نے پورے بنوعبدالاشھل کو اسلام کی دعوت دے کر انہیں مسلمان بنادیا اس اعتبار سے آپ کا اسلام بڑا بابرکت ثابت ہوا۔

اسلام لانے کے بعد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کسی کی زبان درازی ان سے برداشت نہیں ہوتی تھی، ایک بار کچھ یہودیوں نے اشارتاً گستاخی کی تو فرمایا اگر آئندہ تم میں سے کسی نے زبان دارزی کی تو میں اسے قتل کردوں گا۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر غزوہ میں شریک رہے بلکہ بدر کے وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم انصار صحابہ کی رائے سننا چاہتے تھے تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ہی کہا تھا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم موسی علیہ السلام کے ساتھیوں جیسے نہیں ہیں، آپ ہمیں سمندر میں اترنے کو کہیں تو ہم اس پر بھی آمادہ ہیں۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سن کر آپ صلی اللہ علیہ کا چہرہ خوشی ومسرت سے دمک اٹھا اور آپ پر نشاط طاری ہوگیا۔

جنگ احد میں جب مسلمانوں کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جان بھی خطرے میں پڑ گئی اس وقت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چٹان بن کر کھڑے ہوگئے۔

غزوہ خندق میں بھی سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ پورے جوش وجذبے کے ساتھ شریک تھے اسی دوران ان پر ایک مشرک نے تیر چلائی جس سے یہ شدید زخمی ہوگئے انہوں نے دعا فرمائی کہ رب العالمین اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریش کی لڑائی کا کوئی اور موقع باقی ہو تو مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کے لئے اس وقت تک زندہ رکھ اور اگر یہ قریش کی آخری لڑائی ہے تو اس زخم سے مجھے مرنا منظور ہے لیکن موت سے قبل بنوقریظہ کا معاملہ دیکھنے تک مجھے مہلت دے۔

دراصل غزوہ خندق کے بعد مسلمانوں نے بنوقریظہ کا محاصرہ کرلیا تھا۔ اس محاصرہ کے نتیجے مین بنوقریظہ نے اس شرط پر ہتھیار ڈال دئے کہ انہیں کا کوئی آدمی ان کے بارے میں فیصلہ کرکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لئے مدینہ سے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت میں بلوایا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچے تو آپ بول پڑے لوگو! اٹھو اور اپنے سردار کو سواری سے اتارو۔ اس موقع پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ کیا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے وہ فیصلہ کیا جو عرش والے کا فیصلہ تھا۔

اس واقعہ کے بعد سعد رضی اللہ عنہ کو ان کے گھرانے منتقل کردیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح وشام ان کی خیر وعافیت دریافت فرماتے تھے ایک دن جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آج کس کی وفات ہوئی ہے جس سے آسمان کے دروازے کھل گئے اور اللہ کا عرش لرز اٹھا یہ سن کر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو لیکر تیزی سے سعد رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف بڑھے صحابہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں لیکر اتنی تیز رفتار سے چل رہے تھے کہ ہماری جوتیوں کے تسمے ٹوٹ گئے ہماری چادریں ہمارے کندھوں سے اتر گئیں، ہم نے شکوہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جلدی کرو ایسا نہ ہیں کہ ہماری تاخیر کے سبب فرشتے انہیں غسل دے ڈالیں۔

آپ ﷺ ان کے گھر پہنچے تو لوگوں کو پھلانگتے ہوئے سعد رضی اللہ عنہ تک پہنچے اور فرمایا جنت تمہیں مبارک ہو، سعد کو غسل دیا جانے لگا تو ان کی والدہ رو رہی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر رونے والی جھوٹی ہے سوائے سعد کی والدہ کے۔

غسل کے بعد آپ کے جنازہ کو اٹھایا گیا تو کچھ لوگوں نے کہا سعد کا جنازہ کتنا ہلکا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا :اس لئے کیونکہ فرشتے بھی اسے اٹھائے ہوئے ہیں۔(عام کتب سیر وتراجم)

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی تدفین سے متعلق ایک روایت مسند احمد وغیرہ میں آئی ہے جس سے بعض حضرات استدلال کرتے ہیں تدفین کے بعد میت کی قبر پر دیر تک سبحان اللہ اور اللہ اکبر پڑھنا چاہئے۔اس روایت کا جائزہ پیش خدمت ہے:

امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی 241) نے کہا:

حدثنا يعقوب ، حدثنا أبى ، عن ابن إسحاق ، حدثنى معاذ بن رفاعة الأنصارى ثم الزرقى ، عن محمود بن عبد الرحمن بن عمرو بن الجموح ، عن جابر بن عبد الله الأنصارى ، قال :خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما إلى سعد بن معاذ حين توفى ، قال :فلما صلى عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ووضع فى قبره وسوى عليه ، سبح رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فسبحنا طويلا ، ثم كبر فكبرنا ، فقيل :يا رسول الله ، لم سبحت ؟ ثم كبرت ؟ قال :لقد تضايق على هذا العبد الصالح قبره حتى فرجه الله عنه.

جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس اس دن گئے جس دن ان کی وفات ہوئی۔تو جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور انہیں قبر میں رکھ کر ان پر مٹی برابر کی گئی تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ کہا تو ہم نے بھی دیر تک سبحان اللہ کہا، پھر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہا تو ہم نے بھی اللہ اکبر کہا۔پھر کہا گیا :اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے سبحان اللہ اور اللہ اکبر کیوں کہا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا : اس نیک بندے پر اس کی قبر تنگ ہوگئی تھی یہاں تک کہ اللہ نے کشادگی کردی۔(مسند أحمد 360 /3)

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے بعض حضرات تدفین کے بعد میت کی قبر پر کھڑے ہوکر اجتماعی شکل میں کافی دیر تک اللہ اکبر اور سبحان اللہ کہتے ہیں۔

ہماری نظر میں یہ عمل درست نہیں ہے کیونکہ اس سلسلے کی مذکورہ حدیث ضعیف ہے۔ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

پہلی علت:

اس سند میں ایک راوی ''محمود بن عبد الرحمن بن عمرو بن الجموح'' ہے جس کے بارے میں:

امام الحسینی (المتوفی:765ھ) نے کہا:

"فيه نظر"، اس میں نظر ہے (الإكمال فی ذكر من له رواية فی مسند الإمام أحمد من الرجال ص: 398)

امام ہیثمی رحمہ اللہ (المتوفی 807) نے کہا:

"محمود بن محمد بن عبد الرحمن بن عمرو بن الجموح قال الحسينی: فيه نظر. قلت: ولم أجد من ذكره غيره."

''محمود بن محمد بن عبد الرحمن بن عمرو بن الجموح کے بارے میں امام حسینی نے کہا اس میں نظر ہے۔ میں کہتا ہے کہ میں نے امام حسینی کے علاوہ کسی کو نہیں پایا جس نے اس کا ذکر کیا ہو'' (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد46 /3)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی 852) فرماتے ہیں:

"لم يذكره البُخاری، ولا من تبعه، بل ذكروا محمود بن عَبد الرحمن بن سَعد بن معاذ، وذكر فی الرواية عن ...مُحمد بن عَبد الرحمن بن عَمرو بن الجموح، فلعله تحرف اسمه أو هما أخوان".

''انہیں بخاری نے ذکر نہیں کیا ہے اور نہ ان کے بعد والوں نے ذکر کیا بلکہ محمود بن عبد الرحمن بن سعد بن معاذ کا ذکر کیا ہے۔ اور ایک روایت میں محمد بن عمرو بن الجموع کا ذکر ہے یہ شاید تحریف ہے یا یہ دو بھائی ہے''۔ (تعجیل المنفعة852 (2/ 244)

تنبیہ:

ایک راوی ''محمد بن عبد الرحمن بن عمرو بن الجموح'' ہیں انہیں امام ابوزرعہ نے ثقہ کہا ہے (الجرح والتعديل لابن أبی حاتم، ت المعلمی: 316 /7 واسنادہ صحیح)۔

اور امام ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے اور (الثقات لابن حبان ط االعثمانية:373 /5)

بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس سند میں یہی راوی ہے لیکن ائمہ حدیث میں کسی نے بھی یہ صراحت نہیں کی ہے اور اسماء الرجال کی کسی بھی کتاب میں ''محمود بن عبد الرحمن بن عمرو بن الجموح'' کا ذکر نہیں ہے جیسا کہ حافظ ہیثمی اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کما مضیٰ۔

اس لئے ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ راوی ہوں۔ اس لئے اس راوی کا تعین مشکوک ہے لہٰذا یہ بھی اس حدیث کے ضعیف ہونے ہونے کی ایک وجہ ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس راوی کو الگ ہی مانا ہے اور اسی سبب اسے ضعیف قرار دیا ہے لکھتے ہیں:

"ورجاله ثقات غير محمود ہذا, فقال الحسينی " :فيه نظر ."وقال الحافظ فی " التعجيل " :"لم يذكره البخاری ولا من تبعه".

''اس کے رجال ثقہ ہیں سوائے اس محمود کے کیونکہ اس کے بارے میں امام حسینی نے فیہ نظر کہا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تعجیل میں فرمایا: اسے نہ امام بخاری نے ذکر کیا ہے اور نہ ہی ان کے بعد والوں نے'' (إرواء الغليل فی تخريج أحاديث منار السبيل166 /3)

دوسری علت:

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی تدفین سے متعلق بہت ساری صحیح روایات متعدد صحابہ سے مروی ہیں لیکن زیر بحث روایت کے علاوہ کسی بھی روایت میں تدفین کے بعد تسبیح وتکبیر کے اس عمل کا ذکر نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وقد جاء حديث اهتزاز العرش لسعد بن معاذ عن عشرة من الصحابة أو أكثر".

''سعد بن معاذ کے لئے عرش ہلنے سے متعلق روایات دس یا اس سے بھی زاید صحابہ سے آئی ہیں'' (فتح الباری لابن حجر 124 /7)

لیکن ان تمام روایات میں سوائے محمود کی روایت کردہ جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے کسی بھی روایت میں تسبیح اور تکبیر والی بات نہیں ہے۔حتی کہ خود جابر رضی اللہ عنہ ہی سے دوسرے لوگوں نے یہ روایت بیان کی تو اس میں تسبیح اور تکبیر والی بات نہیں ہے۔ملاحظہ ہو:

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی 256) نے کہا:

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ المُثَنَّى، حَدَّثَنَا فَضْلُ بْنُ مُسَاوِرٍ، خَتَنُ أَبِي عَوَانَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: اهْتَزَّ العَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ.

جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت پر عرش ہل گیا (صحیح البخاری 35 /5 رقم 3803)

امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی 261) نے کہا:

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ المُثَنَّى، حَدَّثَنَا فَضْلُ بْنُ مُسَاوِرٍ، خَتَنُ أَبِي عَوَانَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: اهْتَزَّ العَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ.

جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی موت پر عرش ہل گیا (صحیح مسلم 1915 /4 رقم 3803)

ملاحظہ فرمائیں بخاری ومسلم میں بھی جابر رضی اللہ عنہ سے ہی یہ حدیث موجود ہے لیکن اس میں تسبیح وتکبیر والی بات نہیں ہے۔اسی طرح سنن میں بھی یہ روایت آئی ہے ان میں بھی یہ بات نہیں ہے۔

اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ محمود نامی راوی میں نظر ہے جیسا کہ امام حسینی نے کہا ہے کما مضیٰ۔

یہ تو جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے متعلق بات ہوئی لیکن سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے متعلق یہی حدیث جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور بھی کئی صحابہ نے بیان کیا ہے بلکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بقول دس یا اس سے زائد صحابہ نے بیان کیا ہے مگر ان دیگر صحابہ میں سے کسی کی حدیث کے کسی بھی طریق میں تکبیر اور تسبیح والی بات نہیں ہے بعض صحابہ کی احادیث ملاحظہ ہوں:

◆ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ہَذَا الَّذِی تَحَرَّکَ لَهُ الْعَرْشُ، وَفُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَشَهِدَهُ سَبْعُونَ أَلْفًا مِنَ

الْمَلَائِكَةِ، لَقَدْ ضُمَّ ضَمَّةً، ثُمَّ فُرِّجَ عَنْهُ.

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: یہ وہ شخص ہیں جن کے لئے عرش الہی ہل گیا اور ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دئے گئے اور ستر ہزار فرستے ان کے جنازے میں شریک ہوئے ان کو بھی (قبر میں) اسے ایک بار بھینچا گیا، پھر کشادگی کر دی گئی۔(سنن النسائی 100 /4واسنادہ صحیح)

◆ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا:

عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ" :لِلْقَبْرِ ضَغْطَةٌ لَوْ نَجَا مِنْهَا أَحَدٌ لَنَجَا مِنْهَا سعد بن معاذ.

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر کی طرف سے دبوچنا ہوتا ہے اگر اس سے کوئی نجات پاسکتا تھا تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اس سے نجات ملتی (صحیح ابن حبان 379 /7 واسنادہ صحیح علی شرط مسلم)

◆ حدیث ابن عیاش رضی اللہ عنہ :

عَنِ ابْنِ عياش، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعَدَ عَلَى قَبْرِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ، فَقَالَ: لَوْ نَجَا أَحَدٌ مِنْ ضَغْطَةِ الْقَبْرِ لَنَجَا سَعْدٌ، وَلَقَدْ ضُمَّ ضَمَّةً، ثُمَّ رُخِيَ عَنْهُ.

ابن عیاش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے قبر کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: اگر قبر کے دبوچنے سے کوئی نجات پاسکتا تھا تو سعد کو نجات ملتی لیکن انہیں بھی قبر نے دبوچا پھر کشادگی کر دی گئی (المعجم الأوسط 349 /6رقم 6593واسنادہ حسن)

غور کریں کہ یہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بعض روایات ہیں ان میں سے کسی ایک روایت میں بھی تسبیح وتکبیر والی بات نہیں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ کی روایت اسی طرح ہے جیسا کہ صحیحین اور سنن کے الفاظ ہیں اور مسند احمد وغیر میں جو اضافہ ہے وہ صحیح نہیں۔

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنازہ سے متعلق جابر رضی اللہ عنہ سے منقول جس روایت میں تدفین کے بعد ان کی قبر پر تسبیح اور تکبیر پڑھنے کی بات ہے وہ ثابت نہیں۔

اور اگر اس ضعیف روایت کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو بھی تسبیح و تکبیر والی یہ بات صرف معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی عمل پر محمول کی جائے گی۔کیونکہ اس روایت کے الفاظ ہی بتا رہے ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر قبر پر ایسا عمل نہیں کرتے تھے۔

چنانچہ روایت میں مذکور ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عمل کیا تو صحابہ نے پوچھا:

یا رسول الله ، لم سبحت ؟ ثم کبرت ؟

اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے کیوں تسبیح وتکبیر پڑھی؟

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عام عمل ہوتا تو صحابہ آپ سے ایسا سوال نہیں کرتے۔

نیز اس واقعہ کے بعد بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دوسری کسی بھی میت کے ساتھ ایسا عمل نہیں کیا ہے یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ ﷺ کے اس عمل کو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی خاص مانا تھا۔واللہ اعلم۔

❖ ❖ ❖

ایمانیات

[۱۵]

استقامت: فضائل اور رکاوٹیں

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

انسان کی شرست میں اصل ہدایت اور خیر سے محبت ہے کیونکہ اللہ نے لوگوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے اور ان کی طبیعتوں میں یہ چیز فطری طور پر ودیعت فرمائی ہے اور ان کے دلوں میں ایمان اور نیک خصلتوں کو محبوب اور کفر، فسق اور نافرمانی کو ناپسند قرار دیا ہے۔

الغرض انسان کی اصل فطرت گمرہی نہیں بلکہ ہدایت ہے اور اس کے لئے وہی آسان بھی ہے اور اللہ عزوجل نے اسے استقامت وہدایت کے اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور اس پر توفیق واعانت کا وعدہ فرمایا ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ} [الحجرات:۷]۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لئے محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دے رکھی ہے اور کفر، گناہ اور نافرمانی کو تمہاری نگاہوں میں ناپسندیدہ بنا دیا ہے، یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

نیز ارشاد باری ہے:

{ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ○ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ○ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى} [اللیل:۵-۷]۔

جس نے اللہ کی راہ میں دیا اور اللہ کا تقویٰ اختیار کیا۔ اور نیک بات کی تصدیق کرتا رہا۔ تو ہم بھی اس کو آسان راستے کی سہولت دیں گے۔

لہٰذا مسلمان کو چاہئے کہ ہدایت واستقامت کے اسباب کی جستجو کرے اور اس کی راہ میں مانع چیزوں سے چوکنا رہے، جن سے شیطان بہت سے لوگوں کو ڈراتا رہتا ہے۔

بہت سی ایسی رکاوٹیں ہیں جو بعض لوگوں کی راہِ استقامت میں آڑ بن حائل ہوگئیں یا اللہ کے دین پر استقامت سے انہیں دور کر دیا، ان تمام رکاوٹوں کے لئے شرح اور تفصیل درکار ہے، میں ان میں سے بعض رکاوٹوں کا تذکرہ مختصراً کروں گا، چند اہم رکاوٹیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ تاخیر اور ٹال مٹول:

بعض لوگ کہتے ہیں: ہاں اب میں نے استقامت اور اس کے بارے میں وارد میں فضائل وغیرہ جان لیا ہے اور یہ اچھی چیز ہے، لیکن ابھی نہیں؟! میں اگلے ہفتے کے آغاز سے استقامت اپناؤں گا!! یا اگلے مہینے کے آغاز سے!! یا پھر اگلے سال سے!!۔۔۔سبحان اللہ یہ کیسی تاخیر اور کیسا ٹال مٹول ہے؟

اگر آپ کو اپنے طے کردہ وقت تک باقی رہنے کی گیارنٹی ہو تو تب تو ٹھیک ہے، لیکن کس کو اس کی ضمانت ہے؟؟

لہٰذا میرے پیارے! ابھی فوری طور، بلا تاخیر قبل اس کے کہ موقع ہاتھ سے چلا جائے، اللہ کے دین پر جم جائیے، ایمان مکمل کر لیجئے، اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جائیے، اپنا وقت ضائع نہ کیجئے، کیونکہ آپ کو ایک گھنٹہ یا ایک دن نہیں، بلکہ ایک ایک منٹ درکار ہے تاکہ وہ آپ کے میزان عمل کا حصہ بن جائے، یونہی بے فائدہ ضائع نہ ہو۔

پھر میرے بھائی! اگر آپ استقامت میں تاخیر کریں تو آپ کو کوئی ضمانت نہیں کہ اس کے بعد کیا چیزیں پیش آجائیں، ہوسکتا

ہے آپ استقامت اختیار ہی نہ کر سکیں۔

ہوسکتا ہے کچھ ہنگامی امور پیش آجائیں' آپ کی زندگی میں مشغولیتیں وغیرہ بڑھ جائیں اور آپ کے استقامت کی راہ میں حائل ہو جائیں' لہٰذا حقیقت میں استقامت میں تاخیر کرنا خطرات ونقصانات کی آماجگاہ ہے' بھلا بتاؤ کہ کیا آغاز عمر میں استقامت اپنانے والا اور آخری عمر میں استقامت اپنانے والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟؟

اپنی جوانی کی عمر میں استقامت اختیار کرنے والے کا اجر و مقام اللہ کے یہاں کہیں زیادہ ہے' اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ان سات لوگوں میں شمار کیا ہے جنہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے سایہ تلے جگہ دے گا' جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"سبعة يظلهم الله في ظله يوم لا ظل إلا ظله: إمام عادل، وشاب نشأ في طاعة الله..." (متفق علیہ) الحدیث۔

سات قسم کے لوگوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے سایہ تلے جگہ دے گا' جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا: عادل اور انصاف ور امام، اور وہ نو جوان جو اللہ کی اطاعت میں پرورش پائے۔۔۔۔

۲۔ برے ہم نشین:

بعض لوگ استقامت اپنانا چاہتے ہیں لیکن ان کے کچھ برے ساتھی انہیں ورغلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: استقامت نہ اپناؤ' یا پھر وہ خود ان سے ڈرتا ہے!! اور یہ سوچتا ہے کہ اس کے ساتھی اس کے ساتھ ایسا سلوک کریں گے' یا ایسی ایسی بات بولیں گے؟؟ یا یہ سوچتا ہے کہ اگر وہ اس کا ساتھ چھوڑ دیں گے تو وہ ان کے بغیر نہ رہ سکے گا۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ○} [الزخرف:٦٧]۔

اس دن جگری دوست بھی باہم دشمن بن جائیں گے سوائے متقیوں کے۔

لہٰذا ایسی دوستی جو اللہ کی اطاعت میں معاون نہ ہو اس کا کوئی فائدہ نہیں' اور جو ساتھی' یا دوست یا جگری یار اللہ عزوجل کے دین پر استقامت سے خوش نہ ہو اس میں بھی کوئی بھلائی نہیں۔

اور دوسری بات یہ کہ ایسے دوستوں سے ڈرنا چہ معنیٰ دارد؟؟ کیا یہ ممکن نہیں وہ خود اپنے دوستوں پر اثر انداز ہو اور وہ بھی اسی کی طرح استقامت پسند ہو جائیں؟؟ اور کیا یہ ممکن نہیں کہ اللہ عزوجل اُن سے بہتر اس کے دوست بنا دے؟؟ کیوں نہیں' اللہ کی قسم! یہ بالکل ممکن ہے۔

آیئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس فرمان پر غور کریں:

{وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا○ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا○ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا} [الفرقان: ۲۷-۲۹]۔

اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ اختیار کی ہوتی۔ ہائے افسوس! کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے تو مجھے اس کے بعد گمراہ کر دیا کہ نصیحت میرے پاس آ پہنچی تھی' اور شیطان تو انسان کو دغا دینے والا ہے۔

۳۔ اہل وعیال اور رشتہ داران:

کتنے مرد حضرات ہیں جو استقامت اپنانا چاہتے ہیں لیکن اپنی بیوی سے ڈرتے ہیں' اور کتنی عورتیں ہیں جو استقامت اپنانا چاہتی ہیں لیکن اپنے شوہروں سے ڈرتی ہیں۔

اور کتنے ایسے لوگ ہیں جو سدھرنا چاہتے ہیں لیکن اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں سے ڈرتے ہیں؟؟

لیکن آپ کو کیا معلوم کہ یہ ساری چیزیں محض وہم وخیال ہیں؟!!

کیا ایسا ممکن نہیں کہ استقامت اپنانے والا اپنی بیوی، اہل خانہ اور رشتہ داروں پر اثر انداز ہو؟؟

کیا ممکن نہیں کہ بیوی اپنے شوہر پر اثر انداز ہو؟؟ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ باپ اپنے بچوں پر اثر انداز ہو؟؟

کیا یہ ناممکن ہے کہ بیٹے اپنے والدین پر اثر انداز ہوں، تا کہ وہ بھی اللہ کے دین پر قائم ہوجائیں؟؟

جواب: یہ ہے کہ ہاں! کیوں نہیں! بے شک ایسا ممکن ہے۔اس قسم کے کتنوں واقعات اور قصے ہم آئے دن سنتے رہتے ہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ مسلمان کو اپنے قرابتداروں سے پیش آمدہ دشواریوں اور ایذاؤں پر صبر بھی کرنا چاہئے، ہمارے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں عمدہ نمونہ ہے۔

۴۔ مباح وجائز امور میں بے احتیاطی:

بعض لوگ جائز امور میں ڈوب جاتے ہیں، اور اتنی کثرت سے استعمال کرنے لگتے ہیں کہ ان کے لئے اس کا چھوڑنا ہی دشوار ہوجاتا ہے۔

کیا آپ یقین کریں گے کہ کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جن کی استقامت کی راہ میں ان کا کثرت سے سونا حائل ہوتا ہے!! یا بعض ورزش کے کھیل یا لوگوں کے ساتھ زیادہ اٹھنا بیٹھنا اور تعلقات وغیرہ جیسی مباح چیزیں رکاوٹ بن جاتی ہیں، اور کچھ لوگوں کا تو یہ حال ہے کہ وہ ان جائز ومباح چیزوں کے سبب واجبات ترک کردیتے ہیں، اور مختلف امانتوں اور ذمہ داریوں تک کو ضائع کردیتے ہیں۔

حالانکہ علماء کرام نے بیان فرمایا ہے جیسا کہ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ: شیطان کے انسان کو بہکانے کے مراتب میں سے ایک مرتبہ مباح وجائز امور میں ڈوب جانا بھی ہے، محض اس بنا پر کہ وہ مباح ہیں، انسان کا سارا وقت اسی میں صرف ہوجاتا ہے اور انسان دنیا وآخرت میں اس سے کہیں زیادہ نفع بخش چیزوں سے غافل ہوجاتا ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ ایک عقلمند مسلمان کو اس دنیا کی حقیقت، اس کی آرائش وزیبائش اور فنا ہونے والی لذتوں کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اگر اس سے جنت میں نیکوکاروں کے لئے اللہ کی تیار کردہ نعمتوں کا موازنہ کیا جائے تو کتنا گنا ہوگا۔

۵۔ مکمل استقامت نہ ہو پانے کا خوف:

اسی طرح استقامت کی ایک رکاوٹ یہ بھی ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں: میں مکمل طور پر مستقیم نہیں ہوسکتا، یا تو مکمل طور پر مستقیم ہوجاؤں، یا پھر ایسے ہی ٹھیک ہے! یہ درست نہیں ہے، کیونکہ ہم میں سے کون ہے جو مکمل طور پر مستقیم ہو بایں طور کہ کبھی کوئی غلطی ہی نہ کرے؟ ہم میں معصوم کوئی نہیں ہے، ہم سب خطا کار ہیں، اور سب سے اچھے خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں، لہٰذا یہ محض ایک شیطانی فریب ہے۔

اللہ کے دین پر قائم ہوجایئے خواہ آپ کے یہاں جتنی بھی کوتاہی یا گناہ ہو، یا بعض ایسے گناہوں میں ملوث ہوں جنہیں فوری ترک کرنا دشوار ہو، اپنی استطاعت بھر کوشش کیجئے اور اللہ پر توکل کیجئے اور اس سے مدد مانگئے، اور جان لیجئے کہ آپ سے ہونے والی کوتاہیوں کی تلافی کا سب سے اہم معاون ذریعہ استقامت ہی ہے، لیکن اگر آپ بیٹھ کر اس دن کا انتظار کریں گے، جس دن اللہ کی نافرمانی نہ کریں، تو وہ دن کبھی نہ آئے گا۔

حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"سددوا وقاربوا، وأبشروا۔۔۔" (متفق علیہ)۔

راست بازی اپناؤ، میانہ روی اختیار کرو اور خوش ہوجاؤ۔۔۔

نیز ارشاد ہے: "استقیموا ولن تحصوا۔۔۔"۔

استقامت اپناؤ اور (تمام اعمال میں استقامت) تمہارے بس کا ہرگز نہیں۔

یعنی استقامت کا کلی حق ادا نہیں کرسکتے۔

***

گوشۂ خواتین

"تحفظ نسواں" کے اسلامی انتظامات

ابوابراہیم کمال الدین سنابلی بدایونی

31/دسمبر 2016 اور 1/جنوری 2017 کی رات کو بنگلور میں نئے سال کا جشن منا رہی لڑکیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ اور بدتمیزی کا واقعہ پچھلے دنوں میڈیا میں خوب موضوع بحث بنا، ہفتہ کی شب نئے سال کی پارٹی کے دوران چھیڑ چھاڑ کا یہ مبینہ واقعہ برگیڈ روڈ اور ایم جی روڈ جنکشن پر پیش آیا، عینی شاہدین کے مطابق لڑکیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ اور بدتمیزی کی گئی اور ان پر بھدے بھدے فقرے بھی کسے گئے، حیرت کی بات یہ ہے کہ جہاں یہ واقعہ پیش آیا وہاں اسوقت 1500 پولیس جوان حفاظتی انتظامات کے لیے لگے ہوئے تھے

ایک متاثرہ لڑکی کا بیان ہے کہ" میں نے اور میرے دوستوں نے نئے سال کا جشن منانے کا پلان بنایا تھا، میں نے خوشیوں اور مستی بھری ایک شام کا تصور کیا تھا، لیکن یہ ایک برا خواب تھا جس سے پیچھا چھڑانا مشکل ہے، میرے دوستوں نے مجھے بچانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے، میں بہت غصے میں تھی، میں نے اس شخص پر حملہ کرنا چاہا لیکن وہ ایک شخص نہیں تھا، پوری بھیڑ تھی".

اس حادثے کے بارے میں پڑھ کر اور سن کر کیسا لگا؟ برا لگا نا...؟ برا ہی لگا ہوگا بس، خون نہیں کھولا ہوگا، کیونکہ اس طرح کے حادثات و واقعات روزانہ اخبارات میں پڑھنے اور ٹیلیویژن پہ دیکھنے کے ہم حضرتِ انسان عادی ہو چکے ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ منہ بھر بھر کر اسلام کو گالیاں دینے والے، "تحفظ حقوقِ نسواں" کے بناوٹی نعرے لگانے والے عورتوں کے حقوق کا تو خوب واویلا مچاتے ہیں (جبکہ اسلام نے عورت کو مکمل حقوق دیے ہیں)، " آزادی نسواں" اور" حقوقِ نسواں" کے ریاکارانہ نعروں کے ذریعے تحفظ حقوق نسواں کی خوب دہائی دیتے ہیں لیکن" تحفظ نسواں" کی بات نہیں کرتے اور نا ہی خواتین کی حفاظت کے لیے کوئی ٹھوس قدم اٹھاتے ہیں۔

آیئے اب ذرا ایک نظر ذیل کی رپورٹوں پر بھی ڈال لیجیے، اگر چہ یہ اس طرح کی لاکھوں رپورٹوں میں سے چند رپورٹیں ہیں لیکن یہ اندازہ لگانے کے لئے کافی ہیں کہ ان" زنانہ ہمدردوں" نے عورت کی حفاظت کے لیے کیا بندوبست کیے ہیں:

امریکہ کے بشپ اعظم اور دنیائے عیسائیت کے عظیم مبلغ " جمی سواگرٹ" نے امریکی ٹیلیویژن پر بیوی کی موجودگی میں اپنے جنسی گناہوں کا اعتراف کیا (ہفت روزہ تکبیر، 17 مارچ 1988) ایک سروے کے مطابق برطانیہ کی مشہور ترین یونیورسٹی آکسفورڈ کے 76 فیصد طلباء بغیر شادی کے جنسی ملاپ کے حق میں ہیں، 51 فیصد طالبات نے اقرار کیا کہ وہ یونیورسٹی میں آکر کنواری نہیں رہیں، 25 فیصد طالبات نے مانع حمل گولیاں استعمال کرنے کا اقرار کیا ہے (صراطِ مستقیم برنگھم،

فروری/مارچ 1990) برطانوی اخبار ایکسپریس کے مطابق ہر سال ایک لاکھ برطانوی طالبات حاملہ ہوتی ہیں (اردو نیوز، جدہ، 16 اکتوبر 1997) ایک ماہانہ امریکی جریدے کے سروے کے مطابق 1980 سے 1985 کے درمیان شادی کرنے والی خواتین میں سے صرف 14 فیصد خواتین ہی حقیقتاً کنواری تھیں باقی 86 فیصد خواتین شادی سے پہلے ہی گوہرِ عصمت سے محروم ہو چکی تھیں (madision, monthly,Al-Jumua , 1997.Oct 20, A. S.U) ایک امریکی اسکول میں 2 لڑکوں نے ایک 15 سالہ لڑکی سے زنا کیا، مقدمہ عدالت میں پہونچا، تو جج نے فیصلہ کیا کہ لڑکوں نے لڑکپن میں شرارت کی ہے اسے زنا قرار نہیں دیا جاسکتا (نوائے وقت، 30 دسمبر 1990)

ذرا سوچیے! کس قدر سنگین صورتحال ہے یہ، آخر عورت ان حقوق کا کیا کرے گی جو اس کی عزت و ناموس کی حفاظت نہ کر سکیں، مخالفین اسلام کا آج یہی حال ہے کہ وہ عورت کے حقوق کے جھوٹے دعوے تو کرتے ہیں لیکن اس کی عزت وآبرو کی ان کے یہاں کوئی قدر و قیمت نہیں ہے، وہ اپنے بھاشنوں میں خطیبانہ انداز میں کہتے ہیں "مترو! مسلم عورتوں کو حقوق ملنے چاہئیں کہ نہیں" "مترو! تین طلاق ختم ہونی چاہیے یا نہیں" لیکن وہ ان عورتوں کو انصاف نہیں دلاتے جن کی عزت و ناموس انہیں کے دور حکومت میں ان کی ریاست میں لوٹی گئی، اور مسلم عورتوں کی بات جانے دیجیے، ہم مطلق "خواتین" کے تحفظ کی بات کرتے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ عورتوں کے حقوق کا رونا بعد میں رونا، پہلے تم عورتوں کو بس تحفظ فراہم کردو، ان کی عزت وآبرو سے کوئی منچلہ کھیل نہ پائے ایسا نظام لیکر آؤ اگر تم لا سکتے ہو!

قارئین کرام! اسلام نہ صرف عورتوں کے حقوق کا محافظ ہے بلکہ وہ عورت کی عزت و ناموس کی بھی حفاظت کرتا ہے، آیئے دیکھیں کہ اسلام عورت کی آبرو کی حفاظت کرنے کے لیے کس سلیقے سے احکام مرتب کرتا ہے:

1۔عورت گھر کی ملکہ:

سب سے پہلے اسلام عورت کو حکم دیتا ہے کہ وہ خود اپنی آبرو کی حفاظت کرے، اور بغیر کسی ضرورت کے گھر سے باہر نہ پھرے، اللہ رب العالمین کا فرمان ہے:

{وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ}[الأحزاب:33]

''اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو۔'' اس آیت سے پتہ چلا کہ عورت کا اصل مقام اس کا گھر ہے، وہ گھر کی ملکہ ہے بلکہ اسلام کی نگاہ میں ملکہ سے زیادہ اس کی اہمیت ہے، ملکہ سے تو اجازت لیکر ملا بھی جاتا ہے لیکن اس سے کسی نامحرم کو ملنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے الا یہ کہ کوئی ضروری امر ہو تو تمام اسلامی اصول وضوابط کا لحاظ رکھتے ہوئے اسلام اس کی اجازت دیتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ، فَإِذَاخَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ، وَأَقْرَبُ مَا تَكُوْنُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهَا وَہِیَ فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا۔

(ابن حبان: رقم الحدیث:5599، صحیح)

''خاتون ستر (چھپانے کی چیز) ہے، اس لئے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں رہتا ہے اور وہ اپنے رب کی رحمت کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے۔'' (ابن حبان، حدیث نمبر: 5599)

عورت کا محل استقرار اس کا گھر ہے، اسی وجہ سے اسلام نے

عورت کو مرد جیسی ذمہ داریوں کا مکلف نہیں بنایا۔

2۔ پردے کا اہتمام:

دوسرا حکم اسلام عورت کو یہ دیتا ہے کہ وہ پردے کا اہتمام کرے، اگر اسے گھر سے باہر جانا بھی پڑتا ہے تو جاہلوں اور زمانہءجاہلیت کی طرح اپنے حسن کی نمائش کرتی ہوئی نہ نکلے، اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا:

{وَلاَ تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى} [الأحزاب :33]

''اور قدیم زمانۂ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار کا اظہار مت کرو۔(سورۃ الاحزاب، آیت نمبر:33)

یعنی اگر تمھیں کسی ضرورت سے گھروں سے باہر نکلنا پڑے تو اس طرح مت نکلو جیسا کہ زمانۂ جاہلیت کی عورتیں بناؤ سنگھار کو ظاہر کرتے ہوئے نکلتی تھیں اور اپنے حسن کو ظاہر کرتی تھیں بلکہ خوشبو لگائے بغیر مکمل پردے کے ساتھ گھروں سے باہر نکلو۔

3۔ اختلاط مرد و زن کی سخت ممانعت:

اسلام عورتوں کی حفاظت کی خاطر مردوں کو اس بات سے روکتا ہے کہ وہ نامحرم خواتین کے ساتھ اختلاط کریں، اسی طرح خواتین کو بھی اس بات کا پابند بناتا ہے کہ وہ مردوں کے ساتھ آزادانہ میل ملاپ نہ رکھیں بلکہ نہ کسی مرد کے لیے جائز ہے کہ وہ کسی خاتون کے ساتھ تنہائی اختیار کرے اور نہ کسی خاتون کے لیے روا ہے کہ وہ کسی غیر مرد کے ساتھ تنہائی نشیں ہو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاَ يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلاَّ وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ، وَلاَ تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ إِلاَّ مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ...الخ (بخاری، حدیث نمبر:2826)

''کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ ہرگز خلوت میں نہ جائے، ہاں اگر اس کے ساتھ کوئی محرم ہو تو ٹھیک ہے۔ اور اسی طرح کوئی عورت محرم کے بغیر سفر نہ کرے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن کر ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میری بیوی حج کے لئے روانہ ہوگئی ہے اور میرا نام فلاں فلاں غزوہ کے لئے لکھ لیا گیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جاؤ، اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

(بخاری: حدیث نمبر:2826 مسلم:1341)

اس حدیث سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام عورت کی حفاظت کو کس قدر اہمیت دیتا ہے

4۔ نیچی نگاہ:

اسلام مرد اور عورت دونوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو کنٹرول میں رکھیں، انہیں بے لگام نہ چھوڑ دیں کہ جدھر چاہیں نظارہ کریں، اگر کسی نامحرم کی طرف غلطی سے نگاہ چلی بھی جائے تو فوراً پھیر لیں، "تحفظ نسواں" کا یہ کس قدر اعلی انتظام ہیکہ اسلام نہ صرف عورت کو بلکہ مرد کو بھی حکم دیتا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اللہ تعالٰی سورۃ النور کی آیت نمبر 30 میں فرماتا ہے "قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ " یعنی" مومنوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں" اور سورۃ النور کی آیت نمبر 31 میں فرماتا ہے کہ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ " یعنی" اور مومن خواتین سے بھی کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں"، آپ بتائیں کہ عورت کی حفاظت کا اس سے بہترین بندوبست کیا ہوگا۔

5۔ آواز میں نرمی نہ ہو:

اسلام عورت کو حکم دیتا ہے کہ اگر کبھی کسی نامحرم سے بات کرنے کی ضرورت بھی پڑ جائے تو اپنی آواز کو نرم نہ رکھو، کیونکہ آواز کی نرمی بیمار دلوں میں لالچ پیدا کرتی ہے، البتہ بات درست کرو: فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا (الأحزاب، آیت نمبر:32)

دل کا پردہ:

بعض لبرل قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ جسم کا پردہ کر کے کیا فائدہ، اصل تو دل کا پردہ ہے، جسم کے پردے کی کیا ضرورت ہے، دل صاف ہونا چاہیے بس، ایسے بیہودہ دانشوروں کو سمجھنا چاہیے کہ دل تو ہے ہی پردے میں، اللہ نے دل کو تو پہلے ہی سے پردے میں رکھا ہے، وجہ کشش چہرے اور جسم کی خوبصورتی ہے، چہرے اور جسم کا پردہ ہوگا تو دل وسوسوں سے محفوظ رہے گا۔

بعض مسلم خواتین بھی اس قسم کی بے تکی منطق پال لیتی ہیں کہ پردے سے کیا حاصل، اصل چیز تو انسان کا نیک ہونا ہے، اگر ہمارا دل نیک ہے تو ہمیں پردے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، ایسی مسلم بہنوں سے اتنا ہی کہوں گا کہ میری بہنو! تمہارا تقوی امہات المؤمنین سے بڑھ کر نہیں ہے اور ہمارا ایمان صحابہ کرام سے زیادہ نہیں ہے، اُدھر اللہ تعالی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ازواج مطہرات سے بغیر حجاب کے کسی چیز کا سوال اور کچھ مانگنے سے منع کر رہا ہے، جیسا کہ فرمان ربانی ہے {وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ}[سورۃ الاحزاب:53]

''اور جب تم ان سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو، یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے لئے کامل پاکیزگی ہے۔''(الأحزاب، آیت نمبر:53) جب اللہ تعالی صحابہ کرام جیسی عظیم المرتبت شخصیات کو ازواج مطہرات جیسی پاکیزہ خواتین سے بغیر حجاب کے مخاطب ہونے سے روکتا ہے تو آخر آپ اور ہم جیسے گناہگاروں کی کیا حیثیت ہے، اگر تقوی و پرہیزگاری کی وجہ سے کسی کو پردے کے حکم سے مستثنیٰ رکھا جاتا تو سب سے پہلے امہات المؤمنین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں سے پردے کی پابندی اٹھالی جاتی لیکن اللہ تعالی نے پردے کا حکم دیتے ہوئے ازواج مطہرات اور نبی علیہ السلام کی بیٹیوں کو مینشن پہلے کیا جس سے پتہ چلا کہ خاتون کتنی ہی نیک کیوں نہ ہو، پردہ بہرحال اس پر فرض ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

{ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ }(الأحزاب، آیت:59)

''اے نبیؐ! اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور تمام مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہوجایا کرے گی پھر انھیں ستایا نہیں جائے گا۔''[الأحزاب:59]

معلوم ہوا کہ تحفظ نسواں کے لیے پردہ بہت اہم ہے، جب خاتون پردہ کرے گی تو لوگ پہچان لیں گے کہ یہ شریف گھرانے کی عزت دار عورت ہے، لہذا کوئی منچلہ دست درازی اور بھدے فقرے کسنے کی جسارت نہیں کرے گا۔

اگر تحفظ نسواں کے سلسلے میں اسلامی احکامات پر عمل کیا جائے تو بنگلور جیسے حادثات بہت حد تک ختم ہوجائیں۔

❖ ❖ ❖

دین کے دفاع میں صحابہ کا کردار

سرفراز فیضی : داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

صحابہ کے منہج اتباع سے مستفاد اصول:

4: عبادت کے لیے ثبوت لازمی ہے۔ بغیر دلیل کے محض عقل کی بنیاد پر کسی عمل کو عبادت نہیں قرار دیا جاسکتا۔

5: کوئی بدعت حسنہ نہیں ہوسکتی خواہ ظاہر میں کتنی ہی حسین معلوم ہو۔

اللہ رب العزّت نے بندوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور اللہ کے یہاں بندے کی وہی عبادت قابل قبول ہے جس پر شریعت نے عبادت کی مہر لگائی ہے۔ لہذا دین میں عبادات کا معاملہ توقیفی ہے ۔ بغیر کسی شرعی ''دلیل'' کے کسی ''عمل'' کو ''عبادت'' نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔ صحابہ کرام کے منہج سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ عبادت کے ثبوت کے لیے دلیل لازمی سمجھتے تھے۔ محض عقل کی بنیاد پر کسی عمل کو خواہ ظاہر میں وہ کتنا ہی بھلا اور خیر معلوم ہو عبادت نہیں سمجھتے تھے۔

دین میں بدعات کا دروازہ کھولنے میں عبادات کے معاملہ میں عقل کے غیر مناسب استعمال کا بہت بڑا دخل ہے۔ صحابہ کرام کا منہج تھا کہ انہوں نے عبادات کے معاملہ میں ہمیشہ ''شرع'' ہی کو مصدر رجانا۔

ہم کچھ واقعات ذکر کرتے ہیں جن سے صحابہ کا یہ منہج واضح ہوتا ہے:

1. عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ رَجُلًا عَطَسَ إِلَى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ: الحَمْدُ لِلَّهِ، وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَأَنَا أَقُولُ: الحَمْدُ لِلَّهِ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ، وَلَيْسَ هَكَذَا عَلَّمَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، عَلَّمَنَا أَنْ نَقُولَ: »الحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ“.

نافع رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ایک شخص کو جو ابن عمر رضی اللہ عنھما کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا۔ چھینک آئی۔ اس شخص نے کہا'' **الحمدللہ والسلام علی رسول اللہ**'' ہر تعریف اللہ کے لئے ہے اور رسول اللہ پر سلام ہو۔

یہ سن کر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''میں بھی کہتا ہوں الحمدللہ اور السلام علی رسول اللہ (یعنی قول معنیٰ کے اعتبار سے غلط نہیں) لیکن ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اس طرح تعلیم نہیں دی بلکہ ہمیں تو یہ تعلیم دی ہے کہ ہم ہر حال میں الحمدللہ کہیں''۔

(صحيح الترمذي - الصفحة أو الرقم: 2738 [حكم الألباني] : حسن)

اس حدیث پر غور کریں ۔ ان اہل بدعات کے خلاف جنہوں نے بدعات حسنہ کے نام پر دین کے ساتھ کھلواڑ کا دروازہ کھول رکھا ہے اس حدیث میں کتنی بڑی دلیل ہے۔ اس معاملہ میں صحابہ کا منہج کتنا واضح تھا کہ باتیں ظاہر میں کتنی ہی حسین کیوں نہ ہوں جب تک شریعت اس پر عبادت کی مہر نہ لگا دے اس سے اللہ کا تقرّب حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کیا۔حضرت معاویہ نے طواف کے دوارن ہر رکن کا استلام کیا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ آپ ان دونوں ارکان کا استلام کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ کے نبی ﷺ نے کبھی ان دونوں ارکان کا استلام نہیں کیا۔اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ بیت اللہ کا کوئی حصّہ اس لائق نہیں کہ اسے چھوڑا جائے۔اس پر حضرت ابن عبّاس ؓ نے (حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استدلال کے جواب میں) قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی۔:{لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ} (ترجمہ: یقینا تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں بہترین اسوہ ہے۔) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (یہ آیت سنتے ہی) فرمایا: آپ سچ فرما رہے ہیں۔(اور اپنے موقف سے رجوع کرلیا۔)(رواہ الشافعی ، فتح الباری ، کتاب الحج، باب من لم یستلم إلا الرکنین الیمانیین)

غور کریں کہ استلام کوئی معیوب شئی نہیں۔اس کا مقصود بھی بیت اللہ کی تعظیم ہی ہے۔لیکن بیت اللہ کی تعظیم اور عبادت بھی اللہ کے یہاں اس طریقہ پر قابل قبول ہے جو نبی کریم ﷺ کی سنّت کے موافق ہو۔

4. عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ، فَتَوَضَّأْ وَضُوءَكَ لِلصَّلاَةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الأَيْمَنِ، وَقُلْ: اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ، رَهْبَةً وَرَغْبَةً إِلَيْكَ، لاَ مَلْجَأَ وَلاَ مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ، آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ، فَإِنْ مُتَّ مُتَّ عَلَى الفِطْرَةِ فَاجْعَلْهُنَّ آخِرَ مَا تَقُولُ " فَقُلْتُ أَسْتَذْكِرُهُنَّ: وَبِرَسُولِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ. قَالَ: لاَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ"۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا" جب اپنے بستر پر جانے لگو تو وضو کرلیا کرو جیسے نماز کے لیے کرتے ہو' پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ اور کہو "اللهم أسلمت وجهي إليك وفوضت أمري إليك وألجأت ظهري إليك رهبة ورغبة إليك لا ملجأ ولا منجى منك إلا إليك آمنت بكتابك الذي أنزلت وبنبيك الذي أرسلت" "اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیرے تابع کردیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کردیا' اپنی کمر تیری طرف لگالی (تجھے ہی اپنا سہارا بنالیا) مجھے تیرا ہی ڈر ہے اور شوق بھی تیری طرف ہے۔تجھ سے بھاگ کر کے میرے لیے تیرے سوا کہیں کوئی جائے پناہ اور جائے نجات نہیں۔میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی ہے اور اس نبی کو تسلیم کیا جسے تو نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا" اگر تو (اس رات میں) مرگیا تو فطرت (دین اسلام) پر مرے گا۔اور چاہیئے کہ یہ تیری آخری بات ہو (اس کے بعد کوئی اور گفتگو نہ ہو)۔" سیدنا براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اس دعا کو یاد کرتے ہوئے دہرایا تو لفظ کہہ دیے "وبرسولك الذي أرسلت" "میں تیرے اس رسول پر ایمان لایا جسے تو نے بھیجا ہے۔" تو آپ ﷺ نے فرمایا" نہیں (بلکہ جو الفاظ میں نے

تمہیں پڑھائے ہیں وہی یاد کرو، اور وہ الفاظ ہیں) "وبنبيك الذي أرسلت" "میں تیرے اس نبی پر ایمان لایا جسے تو نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:247)

نبی اکرم ﷺ کی سنّتوں کی اتباع میں صحابہ کی احتیاط اس حدیث سے واضح ہوتی ہے کہ صحابہ اذکار اور دعاؤں میں بھی کسی مداہنت کے قائل نہ تھے۔

عمرو بن یحییٰ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا بیان نقل کرتے ہیں ایک مرتبہ ہم صبح کی نماز سے پہلے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جب عبداللہ رضی اللہ عنہ باہر تشریف لاتے تو ہم ان کے ساتھ چلتے ہوئے مسجد تک آیا کرتے تھے اسی دوران سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لے آئے اور دریافت کیا کیا سیدنا ابوعبدالرحمن (حضرت عبداللہ بن مسعود) رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے۔ ہم نے جواب دیا نہیں تو سیدنا ابوموسی رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ بیٹھ گئے یہاں تک کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے جب وہ آئے تو ہم سب اٹھ کر ان کے پاس آ گئے سیدنا ابوموسی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اے ابوعبدالرحمن رضی اللہ عنہ آج میں نے مسجد میں ایک ایسی جماعت دیکھی ہے جو مجھے پسند نہیں آئی اور میرا مقصد ہر طرح کی حمد اللہ کے لیے مخصوص ہے صرف نیکی ہے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا وہ کیا بات ہے سیدنا ابوموسی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا شام تک آپ خود ہی دیکھ لیں گے۔ سیدنا ابوموسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ حلقے بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں اور نماز کا انتظار کر رہے ہیں ان میں سے ہر ایک حلقے میں ایک شخص ہے جس کے سامنے کنکریاں موجود ہیں اور وہ شخص یہ کہتا ہے سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھو۔ تو لوگ سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھتے ہیں۔ پھر وہ شخص کہتا ہے سو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھو تو لوگ سو مرتبہ یہ پڑھتے ہیں پھر وہ شخص کہتا ہے سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھو تو لوگ سبحان اللہ پڑھتے ہیں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا آپ نے ان سے کیا کہا سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں نے آپ کی رائے کا انتظار کرتے ہوئے ان سے کچھ نہیں کہا۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا آپ نے انہیں یہ کیوں نہیں کہا کہ وہ اپنے گناہ شمار کریں اور آپ نے انہیں ضمانت کیوں نہیں دی کہ ان کی نیکیاں ضائع نہیں ہوں گی۔ (راوی بیان کرتے ہیں) پھر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چل پڑے ان کے ہمراہ ہم بھی چل پڑے یہاں تک کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ ان حلقوں میں سے ایک حلقے کے پاس تشریف لائے اور ان کے پاس کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا یہ میں تمہیں کیا کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں انہوں نے جواب دیا اے ابوعبدالرحمن یہ کنکریان ہیں جن پر ہم لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ گن کر پڑھ رہے ہیں سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا تم اپنے گناہوں کو گنو میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ تمہاری نیکیوں میں سے کوئی چیز ضائع نہیں ہوگی۔ اے محمد ﷺ کی امت تمہارا ستیاناس ہو تم کتنی تیزی سے ہلاکت کی طرف جا رہے ہو یہ تمہارے نبی اکرم ﷺ کے صحابہ تمہارے درمیان بکثرت تعداد میں موجود ہیں اور یہ نبی اکرم ﷺ کے کپڑے ہیں جو ابھی پرانے نہیں ہوئے اور یہ نبی ﷺ کے برتن ہیں جو ابھی ٹوٹے نہیں ہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ایسے طریقے پر ہو جو نبی ﷺ کے طریقے سے

زیادہ ہدایت یافتہ ہے؟ یا پھر تم گمراہی کا دروازہ کھولنا چاہتے ہو۔لوگوں نے عرض کی اللہ کی قسم اے ابوعبدالرحمن ہمارا ارادہ صرف نیکی کا ہے۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کتنے نیکی کے خواہش مند ایسے ہیں جو نیکی نہیں کرتے نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا اور اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم ہوسکتا ہے ان میں سے اکثریت تم لوگوں کی ہو۔ پھر سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے اٹھ کر آ گئے۔عمرو بن سلمہ بیان کرتے ہیں ہم نے اس بات کا جائزہ لیا ان حلقوں سے تعلق رکھنے والے عام افراد وہ تھے جنہوں نے نہروان کی جنگ میں خوارج کے ساتھ مل کر ہمارے ساتھ مقابلہ کیا۔(سنن دارمی: جلد اول: حدیث نمبر 206 سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس اثر کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے السلسلة الصحیحة میں میں ذکر کیا ہے۔)

یہ عظیم الشان واقعہ بھی اتباع رسول ﷺ میں صحابہ کی احتیاط اور تثبّت کی کھلی ہوئی دلیل ہے اور اللہ کے اتارے ہوئے دین کے تحفظ کے لیے ان کی غیرت اور درد کا بھی غماز ہے۔

6: محض نیّت کی درستگی عمل کی درستگی کے لیے کافی نہیں۔

دین میں بدعات کی ایجاد کے پیچھے ایک ذہنیت یہ کارفرما ہوتی ہے کہ اللہ کے تقرّب کے لیے محض نیّت کی درستگی کافی ہے۔ اگر نیّت نیک ہے تو عمل جیسا بھی ہو اللہ کے یہاں قابل قبول ہے۔حالانکہ صحابہ کے یہاں عمل کی درستگی کے لیے نیّت کے ساتھ اس عمل کا شریعت کے موافق ہونا بھی لازمی شرط سمجھا جاتا تھا۔ اوپر صحابہ کے جو واقعات بیان ہوئے ہیں ان سے صحابہ کا یہ بھی منہج واضح ہوتا ہے کہ ان کے یہاں اعمال کی قبولیت کے لیے محض نیّت اچھی ہونا کافی نہیں۔

پہلے واقعہ میں غور کریں۔ چھینک آنے پر جس شخص نے الحمد للہ کے ساتھ والسلام علیٰ رسول اللہ کا اضافہ کیا تھا اس اضافے کے پیچھے رسول ﷺ سے اس کی محبّت اور اخلاص ہی موجود تھا۔ لیکن محض اس کے اخلاص اور حسن نیّت کی بنیاد پر اس عمل کو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبول نہیں کیا۔

دوسرے واقعہ میں بیت اللہ کے دیگر دو ارکان کے استلام سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیّت بھی بیت اللہ کی تعظیم ہی کی تھی۔ پھر بھی حضرت ابن عبّاس نے قرآن کی آیت پڑھ کر حضرت معاویہ کے ذہن میں یہ بات بٹھادی کی بیت اللہ تعظیم بھی وہی اللہ کے یہاں قابل تحسین ہے جو اسوہ رسول ﷺ کے موافق ہو۔

چوتھے واقعہ میں مسجد میں حلقہ لگا کر ذکر کرنے والوں کا مقصد بھی اللہ کی عبادت ہی تھا۔خود انہوں نے حضرت عبداللہ ابن مسعود کے سامنے اپنی نیّت واضح کردی ''وَاللّٰهِ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ'' اللہ کی قسم اے ابوعبدالرحمٰن ہم تو محض خیر کے ارادے سے یہ عمل کررہے ہیں۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔'' وَكَمْ مِنْ مُرِيدٍ لِلْخَيْرِ لَنْ يُصِيبَهُ'' کتنے ہیں جو نیکی کی نیّت تو کرتے ہیں لیکن نیکی تک پہنچ نہیں پاتے۔حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے یہ بات صراحت کے ساتھ ثابت ہوجاتی ہے کہ صحابہ اعمال کے صحیح ہونے کے لیے محض نیّت کا صحیح ہونا کافی نہیں جانتے تھے۔اس عمل کا سنّت رسول اور شریعت کے موافق ہونا بھی لازمی مانتے تھے۔

❖ ❖ ❖

احکام شریعت

نماز باجماعت پڑھنا واجب ہے

(ترک جماعت وعیدوں کے تناظر میں)

عبدالواحد انور یوسفی

اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک رکن نماز ہے اور اسلام کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس امت کے لئے پوری روئے زمین ''مسجد'' بنادی گئی ہے تا کہ ایک مرد مومن جہاں کہیں بھی رہے نماز کو اس کے اپنے وقت پر ادا کر سکے کیونکہ ایک کافر اور مسلمان میں فرق کرنے والی چیز نماز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک مسلم بستی کی پہلی ضرورت مسجد کو قرار دیا گیا ہے تا کہ وہاں بستی کے تمام مسلمان جمعہ اور جماعت کے لئے بآسانی حاضر ہوسکیں اور ایک ساتھ نماز میں کھڑے ہوکر اپنی اجتماعیت اور ایمانی اخوت کا مظاہرہ کرسکیں، کیونکہ ایک مرد مومن کے لئے فرض نماز مسجد میں پہنچ کر باجماعت ادا کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اقامت صلوۃ پر بہت زور دیا ہے جگہ جگہ اقامت صلوۃ کا مطالبہ موجود ہے ایک جگہ فرمایا (وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ) (البقرۃ:۴۳) اور نمازوں کو قائم کرو، اور زکوۃ دو، اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ غور کیجئے اس آیت میں جمع کے صیغے کے ساتھ نماز کا حکم دیا گیا ہے اور آخر میں ''وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ'' کہہ کر جماعت کی اہمیت کو مزید واضح کر دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان مومنین کی صفات اور ان پر انعام واکرام کا تذکرہ فرمایا ہے جو نماز کی مداومتی اور محافظت پر کمربستہ رہتے ہیں۔ (الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ) (المعارج:۲۳) جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرنے والے ہیں۔ (وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ) (المعارج:۳۴) جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ (وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ) (الانعام:۹۲) اور وہ اپنی نمازوں پر مداومت رکھتے ہیں۔ (وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ) (المومنون:۹) جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔

ان تمام آیتوں میں مومن کامل کی صفات کا تذکرہ ہے کہ وہ نماز میں کوتاہی نہیں کرتے ہر نماز اپنے وقت پر نہایت پابندی اور التزام کے ساتھ پڑھتے ہیں کوئی مشغولیت انھیں نماز سے نہیں روک پاتی اور دنیا کا کوئی فائدہ انھیں نماز سے غافل نہیں کر پاتا۔ ایسے ہی پاکباز لوگوں کا تذکرہ قرآن نے یوں کیا ہے: (رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ) (النور:۳۷) ایسے لوگ جنھیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔

مسلمان بھائیو! ہر عاقل بالغ مسلمان پر ہر دن اور رات

میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں اور وہ موقت ہیں انھیں ان کے اوقات میں ادا کرنا ضروری ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:(اِنَّ الصَّلٰوۃَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا)(النساء:۱۰۳) یقینا نماز مومنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے۔

فرض نمازوں کو جن آداب وشرائط کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے ان میں سے ایک ''نماز باجماعت'' کا اہتمام ہے احادیث میں نماز باجماعت کی بڑی فضیلت آئی ہے ارشاد نبوی ہے:

''صلاۃ الجماعۃ تفضل صلاۃ الفذبخمس وعشرین درجۃ''(بخاری حدیث:۶۴۶)

جماعت کے ساتھ ادا کی جانے والی نماز تنہا پڑھی جانے والی نماز کے مقابلے میں پچیس درجہ افضل ہے ایک دوسری روایت میں ہے ستائیس درجہ افضل ہے۔

نماز باجماعت کا اہتمام کرنے سے صغیرہ گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''من توضا للصلوٰۃ فاسبغ الوضوء ثم مشی الی الصلوٰۃ المکتوبۃ فصلاھا مع الناس اومع الجماعۃ اوفی المسجد غفراللہ ذنوبہ''(صحیح مسلم حدیث:۵۴۹)

جوشخص اچھی طرح وضوء کرے پھر فرض ادا کرنے کے لئے پیدل چل کر آئے ،لوگوں کے ساتھ، یا جماعت کے ساتھ، یا مسجد میں نماز ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے (صغیرہ) گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

نماز باجماعت کا اہتمام کرنے والا شیطان کے مکر وفریب سے محفوظ رہتا ہے۔حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

''مامن ثلاثۃ فی قریۃ ولابدو لاتقام فیھم الصلوٰۃ الا قداستحوذ علیھم الشیطان فعلیک بالجماعۃ فانما یاکل الذئب من الغنم القاصیۃ''(ابوداؤد حدیث:۵۴۸)

اگرکسی بستی میں تین افراد ہوں اور وہ جماعت کا اہتمام نہ کرتے ہوں تو شیطان انھیں اپنے جال میں پھانس لیتا ہے۔اس لئے جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کرو۔ بیشک بھیڑیا، ریوڑ سے دورالگ تھلگ رہنے والی بکری کو کھا جاتا ہے۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اپنے قبیلے کے چند افراد کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیس دن تک آپ کی صحبت میں رہ کر علم حاصل کرتے رہے جب واپس جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں حکم دیا''ارجعوا الی اھلیکم فکونوا فیھم وعلموھم وصلوا اذا حضرت الصلوٰۃ فلیوذن لکم احدکم ولیومکم اکبرکم''(صحیح بخاری حدیث:۶۲۸)

اپنے گھروالوں کی طرف لوٹ جاؤ ان میں رہ کر انھیں تعلیم دیتے رہو اور نماز کا اہتمام کرو، جب نماز کا وقت ہوجائے تو کوئی ایک اذان دے اور تم میں جو بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

نماز باجماعت کی اہمیت کا اندازہ لگائیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں ادائے نماز کا حکم دینے پر اکتفانہ کیا بلکہ امامت کا حکم دے کر نماز باجماعت قائم کرنے پر زور دیا۔

نماز باجماعت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک نابینا صحابی کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ایک معذور صحابی تھے، انھوں نے اپنے بہت سارے عذر پیش کرکے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جماعت سے رخصت چاہی، انھوں

نے کہا: میں نابینا ہوں، کمزور اور بوڑھا ہو چکا ہوں، میرا گھر مسجد سے بہت دور ہے، راستہ پر خطر ہے، کیڑے مکوڑوں کا اور درندوں کا ڈر لگا رہتا ہے، راستے میں جگہ جگہ کھجور کے اونچے اونچے درخت نہیں، اور میرا کوئی رہبر اور رہنما بھی نہیں ہے جو مسجد تک میری رہنمائی کر سکے۔ ان تمام وجوہات کو سننے کے بعد آپ نے انھیں گھر میں نماز ادا کرنے کی اجازت دے دی، جب وہ اٹھ کر جانے لگے تو آپ نے انھیں آواز دی اور ان سے پوچھا: ''هل تسمع النداء بالصلوٰة'' کیا تمہیں اذان کی آواز سنائی دیتی ہے، انھوں نے کہا، ہاں: تو آپ نے فرمایا: تب تو مسجد میں حاضر ہو کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا تمہارے لئے ضروری ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۴۸۶، ابوداؤد: ۵۵۲، ۵۵۳ صحیح الترغیب والترھیب ۴۲۹ و دیگر کتب حدیث)

نماز باجماعت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کا اہتمام کرنے سے اللہ تعالیٰ نفاق اور نار جہنم سے اس کی حفاظت کرتا ہے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''من صلى لله اربعين يوما في جماعة يدرك التكبيرة الاولىٰ كتبت له براءتان براءة من النفاق وبراءة من النار'' (ترمذی حدیث ۲۴۱)

جو شخص چالیس دن تک جماعت کے ساتھ تکبیر تحریمہ کی پابندی کرتے ہوئے نماز ادا کرے تو اس کے لئے دو چیزوں سے براءت لکھ دی جاتی ہے ایک نفاق سے اور دوسری جہنم کی آگ سے۔

ویسے تو پانچوں وقت کی نمازیں مسجد میں حاضر ہو کر باجماعت ادا کرنی ضروری ہیں لیکن عشاء اور فجر کی جماعت میں شمولیت کا ثواب رات بھر قیام کرنے کے برابر ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''من صلى العشاء في جماعة فكأنما قام نصف الليل ومن صلى الصبح في جماعة فكأنما صلى الليل كله'' (صحیح مسلم: ۱۴۹۱)

جو شخص عشاء کی نماز باجماعت ادا کرے اسے نصف رات قیام کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جو فجر کی نماز بھی جماعت کے ساتھ ادا کرے تو اسے پوری رات قیام کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے سلف صالحین بھی نماز باجماعت کا حد درجہ اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''كنا اذا فقدنا الرجل في صلاة العشاء وصلاة الفجر اسأنابه الظن'' (مصنف ابن ابی شیبہ حدیث: ۳۳۵۳)

کسی شخص کو ہم فجر اور عشاء کی نماز میں نہ پاتے تو اس کے بارے میں نفاق کا گمان کرتے تھے۔

اور صحابہ کرام کا یہ گمان بلاوجہ نہیں تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''ليس صلاة اثقل على المنافقين من الفجر والعشاء ولو يعلمون ما فيهما لأتو هما ولو حبوا'' (صحیح بخاری ۶۵۷)

منافقوں پر فجر اور عشاء سے زیادہ کوئی نماز بھاری نہیں۔ اگر انھیں ان نمازوں کا اجر و ثواب معلوم ہو جائے تو انھیں ادا کرنے کے لئے گھٹنوں کے بل چل کر ہی مسجد میں حاضر ہوں گے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا نام لے کر پوچھا: ''اشاهد فلان'' کیا فلاں موجود ہے؟ صحابہ نے جواب دیا نہیں، پھر آپ نے ایک اور شخص کے بارے میں پوچھا: ''اشاهد فلان'' کیا فلاں موجود ہے؟ صحابہ نے جواب دیا نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان هاتين الصلاتين اثقل الصلوات على المنافقين''(ابوداؤد:۵۵۴)

یہ دونوں نمازیں (فجر اور عشاء) منافقوں پر سب سے زیادہ بھاری ہیں۔

نماز باجماعت کی اہمیت اس امر سے بخوبی واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود نماز باجماعت کا بہت زیادہ اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مرض الموت میں جب آپ پر بار بار غشی طاری ہورہی تھی تب بھی آپ مسجد میں حاضر ہوکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی کوشش کرتے، انھیں ایام کا تذکرہ کرتے ہوئے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''فوجد فی نفسه فقة فخرج يهادى بين الرجلين'' (بخاری:۶۶۴)

(اس دوران ایک مرتبہ) جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے افاقہ محسوس کیا تو دو صحابہ کے سہارے مسجد روانہ ہوئے۔

ان ہی ایام میں ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غشی طاری ہوئی، جب افاقہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلا سوال کیا، کیا لوگ نماز ادا کر چکے؟ آپ سے کہا گیا نہیں، لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل کیا اور مسجد جانے کے لئے اٹھنا چاہا تو آپ پر غشی طاری ہوگئی، تھوڑی دیر بعد افاقہ ہوا تو آپ نے پھر وہی سوال دہرایا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟ کہا گیا نہیں بلکہ آپ کا انتظار کیا جارہا ہے، تیسری اور چوتھی مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ (صحیح بخاری:۶۸۷)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی حال تھا کہ وہ نماز باجماعت کا حد درجہ اہتمام فرمایا کرتے تھے اور بغیر شدید عذر کے جماعت کی نماز نہیں چھوڑتے تھے کیونکہ ان کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی تھا: ''من سمع النداء فلم ياته فلا صلوة له الامن عذر''(ابن ماجہ:۷۹۳)

جوشخص اذان کی آواز سنے اور نماز کے لئے مسجد میں حاضر نہ ہوتو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ کوئی عذر ہو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عذر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اس سے مراد خوف یا بیماری ہے۔ (مستدرک حاکم حدیث:۸۹۶)

جماعت سے نماز نہ پڑھنا یا ترک جماعت کو عادت بنالینا اور بغیر کسی عذر کے مسجدوں میں نماز کے لئے نہ آنا کتنا سنگین مسئلہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے لوگوں کو ان کے گھروں سمیت جلادینے کا خیال ظاہر فرمایا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ''لينتهين رجال عن ترک الجماعة او لاحرقن بيوتهم''(صحیح جامع الصغیر، ابن ماجہ:۷۹۵) لوگ جماعت ترک کرنے سے باز آجائیں ورنہ میں ان کے گھروں کو جلادوں گا۔

جولوگ جماعت کی پابندی نہیں کرتے اور صرف نماز وقت بے وقت پڑھ لینا کافی سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگادیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لينتهين اقوام عن ودعهم الجماعات او ليختمن الله على قلوبهم ثم ليكونن من الغافلين''(ابن ماجہ حدیث: ۷۹۴) لوگ جماعت ترک کرنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگادے گا پھر وہ غافلوں میں سے ہوجائیں گے۔

نماز باجماعت واجب ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک عظیم سنت ہے اور جو نماز باجماعت چھوڑ رہے ہیں وہ یقینا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

طریقے سے ہٹے ہوئے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ کل (حشر کے دن) اللہ تعالیٰ سے ایمان کی حالت میں ملے تو اسے چاہئے کہ پنج وقتہ نمازوں کی پابندی اس جگہ کرے جہاں اذان دی جاتی ہے (یعنی مسجد میں) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ کو ہدایت کے کچھ طریقے بتلائے ہیں اور انھیں سنن ھدی میں سے فرض نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا بھی ہے اگر تم نے یہ نمازیں اپنے گھر میں پڑھ لیں، جیسے یہ جماعت سے پیچھے رہنے والا پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی ﷺ کی سنت کو چھوڑ بیٹھوگے۔ اور اگر تم اپنے نبی ﷺ کی سنت چھوڑ دوگے تو گمراہ ہوجاؤگے۔ اور جو شخص وضوء کرے اور اچھی طرح پاکی حاصل کرے پھر مسجد کا رخ کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک قدم پر ایک ایک نیکی، اس کے اعمال نامہ میں درج کردیتا ہے، اس کا ایک درجہ بڑھادیتا ہے، اور ایک گناہ معاف کردیتا ہے، ہم نے اپنے معاشرے کو ایسا پایا ہے کہ منافق کے سوا کوئی شخص بھی جماعت سے پیچھے نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ بعض حضرات کو عذر اور بیماری میں دو آدمیوں کے سہارے مسجد لایا جاتا اور صف میں کھڑا کردیا جاتا تھا۔ (مسلم حدیث: ۶۵۱)

نماز باجماعت کی فضیلت واہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ حالت خوف اور حالت جنگ میں بھی اس کا اہتمام کرنے کا حکم دیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے: (وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ) (النساء: ۱۰۲)

جب تم ان میں ہو اور ان کے لئے نماز کھڑی کرو تو چاہئے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ اپنے ہتھیار لئے کھڑی ہو، پھر جب یہ سجدہ کرچکیں تو یہ ہٹ کر تمہارے پیچھے آجائیں اور وہ دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ آجائے اور تمہارے ساتھ نماز ادا کرے اور اپنا بچاؤ اور اپنے ہتھیار لئے رہیں۔

اس آیت میں اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ حالت خوف اور حالت جنگ میں بھی نماز باجماعت کا اہتمام کریں اس کی ترکیب یہ بتائی گئی ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو اور دوسری جماعت دشمنوں کے بالمقابل ہو، جب یہ جماعت نماز سے فارغ ہوجائے تو دشمنوں کے بالمقابل ہوجائے اور جس جماعت نے نماز نہیں پڑھی ہے وہ آپ کے ساتھ نماز میں شامل ہوجائے۔ (صلوٰۃ الخوف کی مختلف صورتیں احادیث میں مذکور ہیں)

محترم قارئین! نماز باجماعت کی اہمیت کو اجاگر کرنے والے نصوص ہم نے پڑھ لئے کہ جماعت کی پابندی کرنے پر کیسے کیسے اجر وثواب اللہ نے مقرر کر رکھے ہیں جو ان کی نجات اور ترقی درجات کا بین ثبوت ہے۔ آیئے ہم بھی نماز باجماعت کا اہتمام کریں اور کوشش کریں کہ حتی المقدور ہماری تمام تر نمازیں مسجد میں ہوں اور باجماعت ہوں۔

اسی طرح ترک جماعت پر جو وعیدیں آئی ہیں، انھیں بھی ہم نے پڑھ لیا ہے، آیئے سنجیدگی سے اس پر غور فرمائیں اور اس کے برے نتائج واثرات سے خوف کھاتے ہوئے اپنی اصلاح کی کوشش کریں اور اللہ سے دعا بھی کریں کہ بغیر کسی شدید عذر کے ہم جماعت کی نماز نہیں چھوڑیں گے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے اور اس پر قائم رکھے۔ تقبل یارب العالمین۔

❖ ❖ ❖

آئینۂ جمعیت وجماعت

جماعتی خبریں

دفتر صوبائی جمعیت

تحفّظ شریعت کانفرنس:

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اور جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ کے مشترکہ اہتمام کے ساتھ موجودہ حالات میں دینی رہنمائی دین کے خلاف ہورہی سازشوں کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے یکم جنوری، 2017 کو ایک روزہ کانفرنس منعقد کی گئی ۔ تین نشستوں پر مشتمل کانفرنس کی پہلی نشست کا آغاز قاری نجم الحسن فیضی کی صدارت میں صبح دس بجے جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ میں ہوا۔

جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ کے طالب علم اریب سعید کی پرسوز تلاوت اور خان ذیشان کی خوبصورت حمد کے ساتھ پہلی نشست کا آغاز ہوا.

اجلاس میں پہلا خطاب شیخ عبدالحمید بن ظفرالحسن مدنی کا ہوا.شیخ نے نصوص کی روشنی میں علم کی اہمیت بیان کی.انھوں نے اپنے خطاب میں بیان کیا کہ مساجد میں قرآن کی تعلیم وتدریس کی خصوصی فضیلت احادیث میں آئی ہے لیکن افسوس ہمارے سماج میں اس کی طرف توجّہ کم ہے. شیخ نے مزید کہا کہ علم کی ضرورت عمل اور عبادت سے پہلے ہے علم اہل علم ہی سے حاصل کیا جائے. بغیر علماء سے رابطہ کے صرف ذاتی محنت سے علم حاصل کرنے کا مزاج انسان میں عقیدہ وعمل کی بہت ساری خرابیاں پیدا کرنے کا ذریعہ ہے.

دوسرا خطاب مہسلہ سے تشریف لائے فضیلۃ الشیخ عبدالمعید مدنی نے "نوجوانوں کے مسائل اور ان کا اسلامی حل" کے موضوع پر فرمایا.

شیخ نے فرمایا کہ نوجوانی دنیوی اور اخروی دونوں لحاظ سے عمر کا سب قیمتی اور اہم مرحلہ ہوتا ہے. کسی قوم کے عروج اور زوال میں بھی سب سے بنیادی کردار نوجوان کا ہی ہوتا ہے،لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اس اُمّت کے نوجوان جن کی ذمہ داری یہ تھی کہ اُمّت کے مسائل حل کرتے خود مختلف مسائل میں گھرے ہوئے ہیں. شیخ نے باطل فرقوں سے تاثّر، احکام شریعت کی علی الاعلان خلاف ورزی، مغربی تہذیب کی تقلید، دین اور منہج کی غیرت کا فقدان، فتویٰ بازی کا رجحان، وقت کا ضیاع، بری صحبت، شادی میں تاخیر سمیت مختلف اخلاقی، معاشرتی مسائل اور منہج وعقیدہ کے فتنوں کا ذکر کیا جن میں آج کے نوجوان گھرے ہوئے ہیں اور ان کا اسلامی حل تجویز فرمایا. انھوں نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ سارے مسائل کی جڑ علم اور علماء سے دوری ہے. علم اور علماء سے صحیح رابطہ استوار کرکے ہی ان مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے.

آخر میں پہلی نشست کے صدر جماعت کے بزرگ عالم دین قاری نجم الحسن فیضی نے اپنے ناصحانہ کلمات سے سامعین کو مستفید فرمایا. شیخ نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ ہمارے سماج کا بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہم خود حرام سے بچتے ہوں تب بھی حرام کرنے والے کو روکنے کی جرأت نہیں کر پاتے. اخلاص، اخلاق اور تقویٰ

کی قلت ہی ہمارے تمام مسائل کی بنیاد ہے۔اوران کے حصول سے ہی مسائل حل ہوسکتے ہیں.

صدارتی خطاب کے ساتھ پہلے سیشن کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔شیخ انصارزبیرمحمّدی نے اپنے منفرد لہجے میں نظامت کی ذمہ داری خوبصورتی کے ساتھ انجام دی.

تحفّظ شریعت کانفرنس کے دوسرے سیشن کا آغاز نمازعصر کے بعد جھولا میدان میں حافظ غلام ربّانی کی تلاوت اور جناب سفیرالدین ادریسی کی نعت کے ساتھ ہوا۔پہلا خطاب شیخ عبدالحکیم مدنی استاذ جامعہ رحمانیہ کاندیولی کا ہوا۔شیخ نے تحفّظ شریعت کے حوالے سے کئی اہم نکات بیان کیے۔شیخ نے اپنے بیان میں کہا کہ میڈیا کے مختلف ذرائع اس وقت شریعت پرحملہ آور ہیں ایسی صورت میں مسلمانوں پر بھی لازم ہے کہ شریعت کے تحفظ کے لیےحتی الامکان ذرائع ابلاغ کا استعمال کریں۔شیخ نے مزید کہا کہ عقیدہ اورعمل کی اصلاح کے بغیر شریعت کا تحفّظ ممکن نہیں۔ شریعت کے تحفّظ کے لیےضروری ہے کہ نکاح،طلاق،خلع اور میراث وغیرہ کے مسائل میں کورٹ کی طرف رجوع کرنے کے بجائے علماء کی رہنمائی میں شریعت کے مطابق مسائل حل کیے جائیں۔ ہم زبان سے شریعت کے تحفّظ کی بات تو کرتے ہیں لیکن عملی میدان میں خودشریعت سے بہت دورہیں۔

شیخ عبدالحکیم مدنی کے خطاب کے بعدشیخ عبدالجلیل مکّی نے کانفرنس میں پاس ہونے والی قراردادیں اورتجاویز پیش فرمائیں ۔اسٹیج پر بیٹھے علماءاورمیدان میں موجودسامعین نے ہاتھ اٹھا کر نعرہ تکبیر بلند کرکےان قراردادوں اورتجاویز کی تائیدکی۔

دوسرے سیشن کے آخر میں اس سیشن کے صدر جماعت کی بزرگ شخصیت جناب ڈاکٹرسعید فیضی نے صدارتی خطاب کیا۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے خطاب میں علماء اورعوام کو اپنی قیمتی نصیحتوں سے نوازا۔ڈاکٹر صاحب نے اپنے خطاب میں کہا کہ اللہ کی نصرت ہمیشہ ایمان والوں کے ساتھ ہوتی ہے۔اگرآج ہم اللہ کی نصرت چاہتے ہیں تو ہم کو چاہیے کہ اپنے ایمان اوراعمال کا جائزہ لیں ۔ اُمّت کے ناگفتہ بہ حالات اصل میں ہماری بداعمالیوں کا نتیجہ ہیں ۔ڈاکٹر صاحب نے اپنے مختصراور جامع خطاب میں سامعین کونصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ مساجد سے رشتہ مضبوط کریں،توبہ و استغفار کو اپنا معمول بنائیں ۔ رشتہ داروں، پڑوسیوں کے حقوق ادا کریں۔ اپنے سماج کومنشیات سے پاک کریں۔ماحول کوہرطرح کی آلودگی سے بچائیں۔علماء کے لیےخصوصی نصیحت کی وہ عوام کے لیے اسوہ ہیں لہذا ان کو اپنے کردار میں نکھارلانے کی ضرورت زیادہ ہےاور کیونکہ ان کی حیثیت مصلح کی ہے لہذا قول اورعلم کے تضاد سے ان کا پاک ہونا ضروری ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی دعاؤں پرمغرب کی اذان سے کچھ دیرقبل دوسری نشست کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔دوسری نشست میں نظامت کی ذمہ داری شیخ عبدالحکیم مدنی نے بخوبی نبھائی۔

مغرب کی نمازجھولا میدان کے وسیع گراؤنڈ میں ادا کی گئی۔ مغرب کی نماز کے بعدتحفّظ شریعت کانفرنس کی تیسری نشست کا آغاز ہوا۔اس نشست کی صدارت امیرصوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ شیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ نےفرمائی۔نظامت کی ذمہ داری جامع مسجداہل حدیث مومن پورہ کے امام شیخ ظہیرالدین سنابلی نے انجام دی۔

اس سیشن کا آغاز قاری ہدایت اللہ اشاعتی کی تلاوت اور جناب سفیرالدین ادریسی کی نظم سے ہوا۔اس کے بعد صوبائی

جمعیت اہل حدیث ممبئی کے نائب امیر شیخ محمد مقیم فیضی حفظہ اللہ نے استقبالیہ کلمات پیش کیے۔شیخ نے اپنے استقبالیہ کلمات میں کہا کہ جھولا میدان کے اس اسٹیج سے جماعت اور جمعیت کا رشتہ بہت قدیم ہے۔جھولا میدان کا یہ اسٹیج تاریخی حیثیت کا حامل ہے جہاں سے مولانا عبدالرؤف جھنڈا نگری ، مفسر قرآن مولانا عبدالقیوم رحمانی اور مولانا مختار احمد ندوی جیسی جماعت کی بزرگ شخصیتوں نے خطاب کیا ہے۔شیخ نے مزید فرمایا کہ کوئی جماعت اپنے دعووں سے نہیں اپنے منہج سے پہچانی جاتی ہے اور دعووں کو دلیلوں پر پرکھا جاتا ہے ۔ جماعت اہل حدیث کا منہج ہے کہ قرآن وسنّت ہی دین کا مرجع ہیں اور ان کے سمجھنے کے لیے صحابہ ہی کا فہم معتبر ہے۔ جماعت اہل حدیث نے اصلاح عقائد کا جو کام کیا ہے کوئی دوسری جماعت اس معاملہ میں جماعت اہل حدیث کی ہم سری کا دعویٰ نہیں کرسکتی ۔ امام مالک کے قول کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جس منہج سے امّت کے پہلے آدمی کی بگڑی بنی تھی اسی منہج سے امّت کے آخری آدمی کی بھی بگڑی بنے گی۔شیخ نے دہشت گردی پر جماعت کے موقف کا اعادہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام میں داعش، حوثی ، القاعدہ ، حزب اللہ جیسی تنظیموں کی کوئی گنجائش نہیں ۔ اُمّت میں اتّحاد صرف رجوع الی الکتاب والسنّۃ کے ذریعہ ہی ممکن ہے حق کو ردّ کر کے اتّحاد قائم نہیں کیا جاسکتا۔۔ یہ وقت جذبایت اور چلانے کا نہیں ،صبر وتحمّل کے ساتھ کام کرنے کا ہے ۔ ہم حالات کے انتہائی نازک دور سے گذر رہے ہیں اگر ان حالات میں صحیح قدم نہیں اٹھایا تو حالات بہت خراب ہوجائیں گے۔

شیخ نے اجلاس میں شریک اخوان جماعت اور جمعیت اہل حدیث کی مقامی اور ضلعی اکائیوں سے درخواست کی کہ وہ موجودہ صورت حال میں اپنا مناسب کردار نبھائیں ۔ دامے ، درمے، قدمے ، سخنے صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کا تعاون کریں۔شیخ نے شکریہ اور دعا کے کلمات سے اپنے خطاب کا اختتام کیا۔

کانفرنس میں دوسرے خطاب کے لیے ناظم اجلاس نے پونہ سے تشریف لائے ملک کے معروف داعی شیخ ابوزید ضمیر کو دعوت دی ۔شیخ ابوزید ضمیر نے "محبّت رسول کے تقاضے" کے عنوان پر خطاب کیا۔شیخ نے کہا کہ رسول ﷺ کی محبّت کے بغیر بندے کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔ جولوگ دنیا میں رسول ﷺ کے راستے پر چلتے ہیں آخرت میں بھی نبی ﷺ کے ساتھ ہوں گے۔

شیخ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ محبّت رسول ﷺ نعتیں پڑھنے ،نعرے لگانے اور دعوے کرنے کا نام نہیں ۔ نبی ﷺ سے محبّت کا تقاضہ ہے کہ آپ کی تعظیم کی جائے ، آپ کے لائے ہوئے دین کی نصرت وتائید کی جائے ، بقدر استطاعت اس دین پر عمل کیا جائے ، نہ آپ کی ذات پر کسی کی ذات کو ترجیح دی جائے نہ آپ کی بات پر کسی کی بات کو۔۔ ذات کی تعظیم اور بات کی ناقدری ہو تو محبّت کا دعویٰ جھوٹا ہے۔

شیخ ابوزید ضمیر کے بعد سعودی عرب سے تشریف لائے معروف عالم دین اور خطیب شیخ یاسر الجابری نے "اولاد کی تربیت میں والدین کی ذمہ داریوں" کے موضوع پر خطاب کیا۔شیخ نے اپنے خطاب میں کہا کہ اولاد اللہ کی بڑی نعمت ہے جو انبیاء نے بھی اللہ رب العزّت سے طلب کی ہے۔ان کی صحیح تربیت کا ثمرہ صرف زندگی ہی میں نہیں موت کے بعد بھی انسان کو دیا جاتا ہے ۔ والدین کی وفات کے بعد اولاد کے اپنے والدین کے لیے استغفار کرنے سے اللہ کے یہاں والدین کے درجات بلند

ہوتے ہیں۔ اولاد اللہ کی امانت ہے اور قیامت کے دن اللہ کے یہاں ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

اولاد کے حقوق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اولاد کا پہلا حق ہے کہ ان کے لیے دین دار اور با اخلاق ماں کا انتخاب کیا جائے۔ ان کے لیے دعائیں کی جائیں، ان کا اچھا نام رکھا جائے، بچپن ہی سے صحیح عقیدہ اور منہج پر ان کی تربیت کی جائے، اللہ کا صحیح تعارف ان کے ذہن میں راسخ کیا جائے، بچپن ہی سے ان کو حلال وحرام کی تمیز سکھائی جائے، بزرگوں کے احترام کا سلیقہ بتایا جائے اور سچ بولنے کی تاکید کی جائے۔ یہ سارے نکات انہوں نے قرآن وسنّت کی روشنی میں بیان فرمائے۔

اس سیشن میں تیسرا خطاب قطر سے تشریف لائے شیخ عبدالقیوم بستوی کا ہوا۔ شیخ نے مصادر شریعت کے موضوع پر ایک علمی اور مدلل خطاب فرمایا۔ شیخ نے فرمایا کہ دین کا اصل مصدر اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی ہے جو آسمان سے اتری ہے اور قرآن وحدیث دونوں کو شامل ہے۔ ہمارے سارے احکام آسمانی ہیں زمین میں ایجاد کی گئی چیزیں ہمارا دین نہیں بن سکتیں۔ شیخ نے مختلف آیات اور احادیث کی روشنی میں دین کے ان مصادر کی اہمیت اجاگر کی۔ تقلیدی روش کے اتباع سنّت کے ساتھ تصادم کو اجاگر کرتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت اور اتباع کی اہمیت واضح فرمائی۔ آپ نے مزید فرمایا کہ قرآن وسنّت کے بعد اجماع دین کا مصدر ہے۔ کسی زمانہ میں اگر اُمّت کے مجتہدین شریعت کے کسی حکم پر اجماع کرلیں تو پھر بعد میں آنے والوں کو اس میں اختلاف کرنے کا حق نہیں۔

اجلاس میں آخری خطاب شارجہ سے تشریف لائے جماعت کے معروف عالم دین اور خطیب شیخ ظفر الحسن مدنی کا ہوا۔ شیخ نے "تحفّظ شریعت میں اہل حدیث کا کردار" کے موضوع پر مدلل خطاب کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ اہل حدیث اس زمانہ میں پائے جانے والی واحد جماعت ہے جس کے عمل اور عقیدہ کا ہر سلسلہ نبی کریم ﷺ سے ملتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بشارت فرمائی تھی کہ میری اُمّت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اور اس علم کو آنے والے زمانے میں صاحب دیانت اٹھاتے رہیں گے جو اس علم سے غلو کرنے والوں کی تحریف، جھوٹے دعوے کرنے والوں کے جھوٹ اور جاہلوں کی تاویل کو مٹاتے رہیں گے۔

شیخ نے مختلف آثار، ائمہ کے اقوال اور تاریخی حقائق سے یہ بات ثابت کی کہ نبی کریم ﷺ کی بشات کی حق دار جماعت اہل حدیث ہی ہے جس نے اس دین کی حفاظت کی، رسول اکرم ﷺ کی احادیث کو قول وعمل کے ذریعہ محفوظ کیا۔ اہل بدعات کے مقابلہ میں ہمیشہ اس دین کا دفاع کیا۔ شیخ نے اپنے خطاب میں امام سفیان ثوری کے اس قول کی دل پذیر تشریح کی کہ فرشتے آسمان کے محافظ ہیں اور اہل الحدیث زمین پر اللہ کے دین کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ امام شافعی نے فرمایا کہ اہل حدیث اپنے زمانہ میں ایسے ہیں جیسے صحابہ اپنے زمانہ میں تھے۔ شیخ نے ہندستان میں بھی تقلیدی تاویلوں سے دین اور شریعت کی حفاظت کے لیے جماعت اہل حدیث کی مساعی کا تذکرہ کیا۔ بالخصوص جامعہ رحمانیہ دہلی کے قیام کا پس منظر بیان فرمایا۔

کانفرنس کے کنوینر شیخ عبدالجلیل مکّی کے تشکّر اور دعائیہ کلمات کے ساتھ اس کامیاب کانفرنس کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے ذمہ داران ودعاۃ کی دعوتی سرگرمیاں:

شیخ محمد مقیم فیضی نے 1/جنوری کو صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اور جامع مسجد اہل حدیث بائیکلہ کے اشتراک سے منعقد ہونے والے سالانہ اجلاس میں خطبہ استقبالیہ پیش کیا، 14/جنوری کو کوپر کھیرنا میں اسلامک پیس فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام پروگرام میں خطاب کیا اور 15/جنوری کو مسجد اہل حدیث تلنج میں ضلعی جمعیت اہل حدیث پال گھر کے انتخابی جلسے میں شرکت کی۔

شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی نے 10/جنوری کو منگلور (کرناٹکا) کرناٹکا سلفی ایسوسی ایشن کے ذریعے منعقد کیے گئے پروگرام میں خطاب کیا، 22/جنوری کو مسجد اہل حدیث کھار گھر (نوی ممبئی) میں تقریر کی، 26/جنوری کو جامع مسجد اہل حدیث کاشی میرا میں آپ کا بیان ہوا، 27/جنوری کو پٹیل محلہ (بھیونڈی) میں مسجد بدر میں تقریر کی اور 28/جنوری کو مسجد توحید باندرہ (ویسٹ) میں خطاب کیا۔

شیخ سرفراز فیضی نے 14/جنوری کو مسجد ومدرسہ اہل حدیث دارالقرآن والسنۃ میں خطاب کیا۔

شیخ کمال الدین سنابلی بدایونی نے 6 جنوری کو نالاسوپارہ کی شکر پورہ محلہ مسجد میں تقریر کی، 8/جنوری کو کھار گھر کی مسجد اہل حدیث میں خطاب کیا، 10/جنوری کو کالینا کی مسجد اہل حدیث میں درس دیا، 15/جنوری کو یادو نگر (کرلا ویسٹ) میں اسلامک انفارمیشن سینٹر کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے پروگرام میں خطاب کیا، 20/جنوری کو وسئی کی مسجد اہل حدیث میں خطاب کیا، 21/جنوری کو مسجد عمر (کرلا ویسٹ) میں آپ کا بیان ہوا، 22 جنوری کو پوئی کی مسجد اہل حدیث کے ماہانہ پروگرام میں تقریر کی، 26/جنوری کو جامع مسجد اہل حدیث کاشی میرا میں خطاب کیا، 28 جنوری/کو مسجد عمر فاروق نارائن نگر (کرلا ویسٹ) میں آپ کا بیان ہوا، 29/جنوری کو بعد نماز عصر دھاراوی کی مسجد اہل حدیث میں تقریر کی اور 29/جنوری ہی کو مسجد اہل حدیث سیتا پھل واڑی مسجد، مجگاؤں میں ضلعی جمعیت اہل حدیث ساؤتھ ممبئی کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے پروگرام میں خطاب عام کیا۔

شیخ عبدالسلام صاحب سلفی نے 29/جنوری کو سوندہ (سرسی) میں مجلس علماء اہل حدیث، سرسی کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والی عظیم الشان فلاحِ انسانیت کانفرنس میں خطاب کیا، اور 30/جنوری کو سرسی کی مرکزی جامع مسجد اہل حدیث میں بعد نماز ظہر ایک پر مغز خطاب کیا۔ نیز 1/جنوری کو جھولا میدان میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اور جامع مسجد اہل حدیث بائیکلہ کے اشتراک سے منعقد ہونے والی کانفرنس آپ ہی کی صدارت میں ہوئی تھی۔

وفیات:

جناب عبدالقیوم لکڑ والا کی اہلیہ کی وفات:

26 دسمبر 2016 کو جناب عبدالقیوم لکڑا والا کی اہلیہ محترمہ کا بھی انتقال ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون، آپ کی نماز جنازہ بڑا قبرستان (میرن لائنز) میں 26 دسمبر کو رات 10/بجے ادا کی گئی، صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی مرحومہ میمونہ عبدالقیوم لکڑ والا کی وفات پر اظہارِ تعزیت کرتی ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
February 2017

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمد للہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کررہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ہر ماہ الجماعہ کی اشاعت۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

Published by :
SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com